U54935 27-11-09

Title - Gulzar fiza

Creator - Gawaband Parshad Fiza.

Publisher - Munshi Nawal Kishore (Lucknow).

Date - 1859

Pages - 55

Subjects - Urdu Shayari - Masnaviyaat.

اندرون داستان رنگین سخن نمکین و شیرین

منظومہ سراپا جادو مثنوی شیرین خسرو اردو کلام جانفزا نسخہ دلکشا مسمی بہ

گلزار فضا

تصنیف نکتہ شناس معنی اساس صاحب طبع رسا منشی گوبند پرشاد متخلص بہ فضا

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہکا سر ہی قلم لکھہ حمد باری — کہ حاصل ہو سخن کو پائداری
وہ ایسی بارگاہ کبریا ہی — گدا جس آستان کا بادشاہی
وہی شاہنشہ کون و مکان ہی — وہی سلطان ملک شش جہان ہی
وہی موجود ہی معبود و مسجود — کری نابود بود اور بود نابود
وہی ہی عالم پیدا و پنہان — وہی ہی ناسخ طومار عصیان
بظاہر گرچہ سب سی نہان ہی — ولیکن ہین باطن سی عیان ہی
اوسی جلوہ کا اک عالم ہی سمایا — کہین عاشق کہین معشوق پایا
اوسی کی نور سی ہی چشم بینا — اوسی سی طور سینا ہی یہ سینا
وہی عاشق ہی جانانہ وہی ہی — وہی ہی شمع پروانہ وہی ہی
وہی ہی فاختہ بلبل وہی ہی — وہی ہی سرو گلشن گل وہی ہی
نہین ہی گر اثر اوسکا ہویدا — تو کیونکر ہی زبان انسان کی گویا
زبان تو ہی پر سخن بنکر عیان ہی — سخن مین صورت معنی نہان ہی
توانا اک وہی نام خدا ہی — وہی ورد تن بیدست و پا ہی
وہی ہی داروی درد غریبان — وہی عشرت دہ عشرت نصیبان
جو فیضان کرم اوسکا نہ برسے — سمندر مین صدف موتی کو ترسے
یہ اوسکا ابر رحمت درفشان ہی — کہ دریا ہی سخن لب پر روان ہی
بنا کر اک کتاب آفرینش — محشی کی بعلم و عقل و بینش
لکھا دیباچہ لوح جبین کو — نہین ہی فہم جسکا نکتہ بین کو
یہ ادنی اوسکی قدرت ہی نمایان — کیا پیدا بشر خوبی کا دیوان
کیا ہی منتظم اعضا سی اعضا — کیا اشعار موزون حسن پیدا
کیا ترکیب بند چار پیوند — کیا ابیات تن کو قافیہ بند
ہر اک انگشت ہی مصرع غزل کا — ولادت مطلع اور مقطع اجل کا
رگ و پی سی کیا شیرازہ بندی — عطا کی جلد تن کو ارجمندی
کیا ہی نور سی اپنی مجلا — بنائی لوح پیشانی مطلا
محبت کا ہی مضمون عاشقانہ — ہوا اس بند جسکا اک زمانہ
عیان ہی قوت سخن مضمون جان ہی — وہ جان ہی پاک نور حق نہان ہی
غرض ہین مثل اوس خالق کی ہی آیت — فضیات [illegible]

اوسکی مناجات ہی جو [illegible] اجات ہی

خداوندا مری امید برلا — کرم سی مجھکو راہ راست پر لا
[illegible] مین بہت مبتلا ہون — گنہ آلودہ مین سر تا پا ہون
ہوا ہون خاک راہ مستمندی — ہوا ہی لطف سی تیری بلندی
ہوا ہون بادۂ غفلت سی بیہوش — برنگ جام ہون اک [illegible]
نہ مجھسی راست گوئی کا کام آیا — زبان پر بھی نہ تیرا نام آیا
یہی ہی ذکر صبح و شام لب پر — کہ ہو یارب مرا انجام [illegible]

مرا آئینہ دل ہی سراسر
وہ فوز زنگ عصیان سی مکدر

مجلا صیقل رحمت سی کر اب
کہ ہو شکل حقیقت جلوہ گر اب

نہین ہوتی اگر بخشش کی لائق
ترا لطف و کرم ہی سب پہ فائق

اگرچہ ہین گنہ میری شتابار
کرم تیرا ہی خورشید پر انوار

جہانمین ہی نہین مجھسا گنہگار
نہین تجھسا کوئی ستار غفار

بہت کچھ نعمت دنیا مجھی دی
گناہون پر نہین میری نظر کی

سجا لاؤن کہانتک شکر تیرا
نہین ہرگز رسا کچھ ذہن میرا

پر اب مین چاہتا ہون ایسی توفیق
رہی قائم جو تا روز قیامت

نہین تیری سوا ایسا کوئی اور
کری حاجت روا میری جو فی الفور

کرم سی تیری ہی امیدوار ہی
یہی ہی مجھکو ہر دم خواستگاری

کہ نیکی سی ہو مقصد کا سرانجام
جہانمین تا کہ میرا نیک ہو نام

نہ کہہ رحمت سی اپنی دور مجھکو
سمجھ بیچارہ و مجبور مجھکو

عطا کر ایسی کچھ طاقت زبانکو
کرون خوبی سی نظم اس داستانکو

دعا مقبول ہو ای رب غفار
بحق مصطفے و آل اطہار

نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جسنی ہدایت اور شفاعت بنی آدم کی

محمد رہنمای انس و جان ہی
رسول کبریای دو جہان ہی

وہ ہی مہر سپہر رہنمائی
محب بارگاہ کبریائی

وہ مقبول جناب کبریا ہی
شفیع مجرمان روز جزا ہی

زہی رکن رکین دین بنیا ہی
کلید مخزن سر الٰہی

لقب ہی سید کونین ذیشان
خدا قرآن مین ہی اسکا ثنا خوان

ہوا دنیا مین یہہ رتبہ ہی کسکا
سر عرش برین پایہ ہو جسکا

کئی پیدا قوانین شریعت
عیان جس سی ہوا راز حقیقت

ہوئی کیا زینت آدم ہی اوسی
بنا ہی دین ہوئی محکم ہی اوسی

اوسیکا پاس خاطر تھا خدا کو
کیا پیدا جو اس ارض و سما کو

جہانمین جو کہ ہین ارباب ایمان
کتاب دین ہی اوسکی ہین سبق خوان

بیک انگشت اوسنی کر اشارہ
کیا اعجاز سی مہ کو دو پارہ

شب معراج وہ حکم خدا سی
ہوا عازم تو پھر گذرا سما سی

سواری مین براق برق کردار
فرشتون نی بنائی جسکی رفتار

ہوا قربان و سیر چرخ ہفتم
کیا اوسنی نثار نقد انجم

ہوئی قربت جناب کبریا سی
ہوا فائق تمامی انبیا سی

ہوئی عقدی جہانمین جو کہ لا حل
کئی اعجاز سی سب تا باحل

نبی ایسا کوئی دنیا مین پیدا
نہ تھا آگی نہ اب ہی اور نہ ہوگا

نہین ہرگز یہ طاقت ہی زبانکو
جو نعت مصطفے کچھ ہی بیان ہو

نہین تعریف کا مجھکو ہی یارا
کرون اب عرض مطلب آشکارا

دعا میری یہ ای شاہ امم ہی
مجھی بھی تجھسی امید کرم ہی

مجھی درکار ہی اب رہنمائی
کہ اب میری ہی کچھ عقدہ کشائی

کہ لطف عام تیرا مجھپہ اب ہو
جو ہی مقصد مرا حاصل وہ سب ہو

مدح بادشاہ جمجاہ سلطان عالم ہی جو باعث آسایش جان عالم ہی

زمانی پر ہوا جب فضل باری
چلی ہر سمت باد نوبہاری

ہوا شاہ اودہ وہ شاہ عادل
نہین جمشید بھی جسکی مقابل

شہ والا تبار و نیک اختر
سزاوار نگین و تخت و افسر

زہی واجد علی سلطان عالم
تن جود و سخاوت جان عالم

وہ ہی خورشید اوج بادشاہی
مجسم سایہ ہو ظل الٰہی

خدا نی یہہ دیا رو ہی دل افروز
خجل ہین ماہ و خور جسسی شب و روز

شرف اوسکی سی پایا تخت نی جب
دعا گویان ہوئی اہل جہان سب

زر و یاقوت سی ہی تخت پر نور
ہر اک پایہ چمک مین شعلہ طور

جو پہونچا تا فلک فرمان شاہی
تہ فرمان ہوا مہ تا بماہی

ہوئی دربان در فغفور و قیصر
بنا آئینہ دارا اوسکا سکندر

سران شہریار ہفت کشور
جھکاتی ہین سر اوسکی آستان پر

کیا آراستہ اوسنی جہان کو
زمین ہی رشک آیا آسمان کو

نسیم فیض شہ سی رنگ و بو ہی
کہ رشک خلد شہر لکھنؤ ہی

گہر ریزی جو کی دست کرم سی
کیا آزاد محتاجون کو غم سی

یہ دست فیض ہی اوسکا گہربار
کہ حاتم اوسکا ہی اک کیسہ بردار

عدالت کا یہہ اوس کی نشان ہی
کہ دزد اسباب کا خود پاسبان ہی

زبس کہتا ہی وہ طبع سخندان
کہی ہی مثنوی بہی اور دیوان

ہراک علم و ہنر کا قدرداں ہی
کوئی جوہر نہیں اوس سی نہان ہی

اوسی منظور ہی آرائش خلق
کہ ہی مدنظر آسائش خلق

جمعیت ہوئی ہر اک کو حاصل
ہوا ہر شخص اپنی فن مین کامل

دعا میری یہی شام و سحر ہی
خدا سی مجہکو امید اثر ہی

رعیت کی یہ سلطان سی بجان ہی
جہان مین وہ رہی جبتک جہان ہی

بیان سبب تالیف کتاب مین از عجز خدمت احباب

اوسی سلطان کا تہا مین بہی نمکخوار
شباب عمر تہا اور ذوق اشعار

طبیعت تہی غزلگوئی پہ مائل
کہ تا ہو کچہہ مذاق شعر حاصل

بہت شعر و سخن سی حظ اوٹہایا
جو میڈو لال زار اوستاد پایا

وہ منشی بی بدل ہین اس جہان مین
فسون ہی اونکی بس کلک زبان مین

زبس فطرت اونکی عمان سخن ہی
جہان مین اونکا فیضان سخن ہی

زبان کو اونکی ہی کار فصاحت
کلام اونکا ہی گلزار فصاحت

بلاغت مین ہی اک شاگرد اونکا
اونہین کی فیض سی سحبان ہی گویا

مین سب مین کمتر اونکی خاک پا ہون
تخلص اپنا مین کہتا فضا ہون

بہت کی صرف اسمین اپنی اوقات
پہر آخر دلمین ٹہیرائی یہی بات

کہ کر دلچسپ کوئی قصہ منظوم
بیان وہ ہی ہو جس سی معلوم

رہی کچہہ یادگار دوستان بہی
نہو جس وقت میرا کچہہ نشان بہی

اسی تجویز مین تہا تہا وہ سوز
طبیعت پر خیال آیا یہ اک روز

کہ گذرا شاہ ملک خوش کلامی
سخندان سخن پرور نظامی

وہ تہا اک بحر معراج بلاغت
سوار عرصہ حسن فصاحت

لکہی اک مثنوی دلچسپ و نیکو
بیان ہی قصہ شیرین و خسرو

زبان فارسی مین جو بیان ہی
زمین شعر مین دریا روان ہی

ہر مضمون کی قیمت کا یہ ہی رنگ
سخن کی جوہری جسمین ہین بیرنگ

یہ جی چاہا کہ ہندی زبان ہو
تو آسانی سی حظ دوستان ہو

بہت ہی ہند مین ہندی کا چرچا
کہ مشکل ہی سمجہنا فارسی کا

اگر یہہ امر بہی دشوار تر تہا
ولیکن قول یہہ مد نظر تہا

سبکساری کہ ہمت بستہ گردد
اگر خاری بود گلدستہ گردد

غرض اب یہہ فضائی دلشکستہ
بیان کرتا ہی مطلب بستہ بستہ

کہ عالی طبع جتنی ہین سخنور
سمجہ لی بات یہہ روشن ہی اونپر

کہ فن شاعری ہی سخت مشکل
نہین پیدا ہی اس دریا کا ساحل

شناور ہو اگر کتنا ہی مشتاق
رسائی تا بساحل ہی مگر شاق

ہزارون اسمین غوطی جبکہ کہائی
دُر مقصود شاید ہاتہ آئی

نہین ماہر مین اسکی رہگذر سی
کیا تصنیف اسکو اس نظر سی

کہ جتنی شایقان داستان ہین
صفا اندیش طبع داستان ہین

فقط اس داستان سی حظ اوٹہائین
مری اس ہیچ گوئی پر نجائین

جہان کچہہ عیب اسکا ہو نمایان
کرین وہ دامن بخشش مین پنہان

بدی کو دور کردین نیکنامی
بقول نیک مولانای جامی

اب آغاز داستان ہی سحر جسکا بیان ہی

بقدر وسع در اصلاح کوشند
اگر اصلاح نتوانند پوشند

پلا اب ساقیا ایسی کوئی می
باسانی مسافت جسمین ہو طی

بہت مشکل جو نو طرز سخن ہی
مجہی در کار صہبای کہن ہی

لکہون ایسا مین اک افسانہ عشق
کہ پیدا ہو دلونمین دانہ عشق

ہوا سابق مین جو کوئی سخنگو
بیان کرتا ہی یون اس داستانکو

کہ تہا نوشیروان سلطان عادل
سپہر معدلت کا ماہ کامل

ہوا جب دور دولت اسکا آخر
ہوئی شام اجل موجود و حاضر

جو مہر زندگی مغرب مین آیا
تو بس کو وہ عدم مین منہ چہپایا

پسر ہرمز جو تہا با جاہ و تمکین
ہوا رونق دہ اورنگ زرین

نبہایا اسم و آئین پدر کو
سبہی دنیا مین لازم ہی پسر کو

عدالت سی کیا ہر اک کو راضی
غم کسری ہوا عالم سی ماضی

کسی شی کی نہ اوسکو جستجو تہی
مگر دلمین پسر کی آرزو تہی

اسی غم سی ارہتا تہا غمگین
سمجہتا ہیچ تہا سب جاہ و تمکین

ہمیشہ دلسی باصد کامرانی
فقیرون کی وہ کرتا میہمانی
نیاز و نذر کی جب اوسنی پیہم
ہوا فضل خداوند دو عالم

اثر دیکھا فقیرون کی دعا سے
ہوا امید افضل خدا سے
منور حسن سے روی پسر تھا
پسر تھا یا کہ وہ رشک قمر تھا

رخ انور سے روشن فر شاہی
جبین سے تھا عیان نور الٰہی
جو دیکھا شہ نی اوسکا روی تابان
ہوا قدرت کا ایزد کی ثناخوان

کیا تجویز شہ نی شادمان ہو
کہین سب خسرو پرویز اسکو
اوسی رکھتی تھی دایہ بر مین شادان
پلاتی شیر تھی باشکر جان

وہ رکھتی حفظ مین جانسی فزونتر
صدف رکھتی ہی بر مین جیسی گوہر
جو بزم شہ مین آتا گل کی مانند
تو ہوتی محو سب بلبل کی مانند

لگا چلنی جو پانون سے خوش اقبال
محبت مین لگی دل ہونی پامال
ہوا جب پنجسالہ وہ شکر خا
مذاق قند تھا باتون سی پیدا

دم گفتار ہوتا تھا شکر ریز
اسی سی تھا لقب اوس گل کا پرویز
ہوا شہزادہ جب در ہفت سالہ
تو باہر پانون خوبی نی نکالا

عزیز دل تھا از بس وہ شکر لب
سمجھتی یوسف مصری اوسی سب
بٹھایا شہ نی اوسکو پیش استاد
کہ قید علم ہوتا طبع آزاد

جو مکتب مین اوسی کچھہ روز گذرے
ہوا وہ بہرہ ور علم و ہنر سے
جو تھی پہلی ہی لعل اوسکی شکر خا
ہوئی قند مکرر پہر سراپا

ہوا سال دہم جب اوسکو آغاز
رہا لہو و لعب سے ہر طرح باز
ہوا قادر وہ جب علم و ہنر پر
تو رکھا ہاتھ پہر تیغ و تبر پر

ہوا جب پہلوانی پر وہ مائل
کئی ہر پہلوانکی ہوش زائل
علم کرتا تھا وہ شمشیر جسدم
تو کر لیتا تھا بس قبضی مین عالم

کبھی جس پہلوان سے متفق ہو
نکر سکتی تھی وہ اوسکی کمانکو
شکار افگن جو ہوتا تھا وہ یکجا
دبکتی شیر سے تھی مثل روباہ

ہوا شہزادہ ہر اک فن مین کامل
دلیر و پہلوان ہشیار و عاقل
وہ پہونچا جب بحد چاردہ سال
ترقی پر تھا اوسکا جاہ و اقبال

بزرگ امید نامی مرد دانا
کہ تھا دانش مین یکتائی یگانا
اوسی معلوم تھا علم ریاضی
بتاتا حال استقبال و ماضی

بہت سیر اوسنی کی تھی اس جہانکی
خبر رکھتا زمین و آسمان کی
وہ ہر فن مین تھا از بس مرد کامل
اوسی حکمت سے بھی وہ تھا حاصل

غرض خسرو کو باصد مہربانی
بتائی اوسنی راز آسمانی
پڑہی خسرو نی سب قانون حکمت
ارسطو کی ہوئی حاصل طبیعت

بسبب صحبت کے اوسکی صبح اور شام
نہ شہزادہ کو خوش آتا کوئی کام
جو دیکھا شہ نی خسرو کو ہنرور
تو رکھتا جان سی اپنی فزونتر

پسر کی خیر تھی ہر دم جو منظور
کیا تھا عدل سی عالم کو معمور
منادی شہ کی تھی ہر روز و ہر شب
دل آزاری کا پیشہ چہوڑ دین سب

نہ رسم بد کا کوئی مرتکب ہو
نہ آزردہ کری کوئی کسیکو
نہ زور آور ضعیفون پر کرین زور
نہ ایذا پائی پامی پیل سی مور

نگاہ بد کسی پر جو کہ ڈالے
پڑینگی زندگی کی اوسکو لالے
کریگا جو کہ محتاجون پہ بیداد
تو ہوگا قید ہستی سی وہ آزاد

عدالت تھی جو یون شہ کی جہان مین
بہر صورت رعیت تھی امان مین

رہنا خسرو کا شکارگاہ مین اور حقیر ہونا باپکی نگاہ مین

پلا ساقی شراب ارغوانی
کہ تازہ جس سے ہو رنگ جوانی
چلی اکدن جو باد صبحگاہی
اوٹھا وہ سرو باغستان شاہی

کہ یعنی خسرو پرویز شادان
شکار افگن ہوا سوی بیابان
شکار و سیر کرتا رہا وہان
ہوا پہر دور سی اک دہ نمایان

شتابان گرد رہ پہونچا وہ خوشخو
نظر آیا وہان سبزہ لب جو
جو دیکھا مرغزار سبز و خرم
تو یاد آئی شراب سرخ اوسدم

وہ بیٹھا اوس جگہہ باہوشیاری
کیا آغاز شغل بادہ خواری
شکار افگن ہوئی وہان شاد جسدم
غزال مہر گردون کر گیا رم

رہا شہ منتظر تا آخر روز
اوٹھا سینی مین بیتابی سی اک سوز
کہ سارا روز گذرا ہو گئی شام
کیا خسرو نی کس جا آج آرام

اودہر تو شہ کو خواب آیا نہ زنہار
خوشی سی تھا ادہر شہزادہ میخوار
پیاپی اوس جگہہ پینی لگا می
ہوا خواہان چنگ و بربط و نی

کیا تجویز بزم مین ایک خانه
ہوئی ترتیب بزم خسروانه

ہوئی وہان صحبت یاران ہمدم
چلا پیمانه صہبا دمادم

وہین حاضر ہوئی مطرب خوش آہنگ
لگی ہونی صدائی بربط و چنگ

قضارا اسپ شہزاده اک گریزان
گیا جو سبزه زار کشت دہقان

دو دم غوری غلام شاہزاده
که تہا بس شوخ چشم و مست باده

جو نکلا سیر کو وه شاد و مسرور
کئی باغون کی غارت اوسنی انگور

درخشنده ہوئی جب صبح پرنور
سیه کاری شب پیسر ہوئی دور

کیا تیغ شعاع مہر نی جب
قلم یکدست دست ظلمت شب

تو آیا خسرو سرمست کو ہوش
حقیقت کہ غلام اسپ کی گوش

ہوئی خوف پدر سی بیقراری
دو چندان ہو گیا سر اوسکا بہاری

جو تہی غماز اشرار سینه سخت
ہوئی حاضر حضور صاحب تخت

کیا یون عرض کاسی سلطان عادل
ملکزاده نی کی بیداد کامل

ہوا تہا صید گہ مین کل جو شب باش
ہوئی یا تہوڑ سی وسکی رسم بدفاش

که اسپ اوسکی نی کہایا کشت دہقان
ہوئی ہر دم نہایت تنگ نالان

غلام اوسکی نی توڑی شیشه چند
کیا ہرگز نه کچھه خوف خداوند

بزور اک خانه درویش لیکر
بیا کی بزم شاہی و نوش شب بہر

بجز شہزاده گر کرتا کوئی اور
تو شه کرتا نہین معلوم کیا طور

اگر کعبه سی ہو وی کفر پیدا
مسلمانی رہی کس طور برجا

ہوئی رسم عدالت کی تمامی
که آیا راست یه قول نظامی

زنند بر ہر گلی فضا و نیش
دلی سنتش بلرزد برگ خویش

ہوا آشفته یه شاہنشاه برہم
لگا غصی سی کہانی پیچ برہم

دیا لوگون کو اوسنی حکم جیسا
بمجبوری کیا اون سب نی ویسا

کیا گہوڑی کو لاکر پی بریده
ہوا پہر ایک جسپر آبدیده

بلا انگور کی مالک کو اوسجا
کیا وه بنده غوری حواله

بیا خسرو کا جسکی گہر مین تہا تخت
اوسی درویش کو بخشا وه سب تخت

ہوئی سب طبل تو کی سخت ناساز
شکسته کر دیا سب تار یا ساز

وه شیشه می کا جو تہا تہار امت
نصیب اوسکی ہوا سنگ ملامت

شہنشه کی علم تیغ غضب تہی
پہر اک دم شاہزادی کی طلب تہی

پدر خسرو کا تہا جو شاه عادل
کیا ہرگز نه اپنا حکم باطل

یہی تہا اوسکی شایان ریاست
که شہزاده په کی اتنی سیاست

غرض خسرو تہا اک سرو خرامان
ہوا ہیبت سی مثل بید لرزان

اوٹہایا سر نه پہر شمشیر تیزی نہار
دیا باخن ہی غم کی دلکو آزار

جو تہی شه کی بزرگان و اقارب
شفاعت کا ہوا ہر اک سی طالب

گنہگارونکی صورت بست بسته
حضور شه گیا دلگیر و خسته

نگنده ہو گیا وہان بر سر خاک
یہی کہتی لگا با چشم نمناک

که بس ای شاه گیتی گیر اب بس
عقوبت ہو چکی حاصل سبہی سب

اگر ہی حکم خونریزی بہی مجہپر
نہین طاقت که پہیرون حکم سی سر

سراپا امید الطاف شه ہون
اگرچه غرق دریای گنه ہون

ہوا شرمنده مین فعل سی اپنی
سراپا عفو و بخشش مین جگه دی

یه کہکر رکہدیا قدمون په سر کو
اوٹہایا پہر نه پہر چشم تر کو

بزرگون کو شفاعت کی تہی بہایت
کیا بہر گریه و زاری نہایت

یہی کہتی تہی شه کو لب بندگان
که واجب ہی سزا لیکن بخشیان

نہین شایان عدل شہریاری
جو لگڑی کی عوض ماری کٹاری

بہاتی سیل تہی ہر ایک کی چشم
بجہی آخر کو شه کی آتش خشم

جو کی خسرو نی اتنی بردباری
ہوئی ثابت نہایت خاکساری

تو جانا شه نی ہو گا صاحب جاه
که ہی اقبال و دولت اوسکی ہمراه

ہوئی پہر شه کی او سپر مہربانی
بٹہایا بر مین با صد شادمانی

بلاکر افسران فوج یکسر
کیا خسرو کی تابع فوج و لشکر

اوٹہا ہو کر کی خسرو ہا سی خوشحال
لگا ہردم دکہانی راه اقبال

خسرو کا خواب مین جانا اور نوشیروان سی بشارت پانا

پلا ساقی وه صہبا جو ہی طہارت
نوشیکی جس سی ہو دلکو بشارت

دکہاتا ہی فلک کچھه اور ہی رنگ
که آتا دلپه ہی اب عشق کا رنگ

ہوئی اکدن نمایان جنگ شام
تو وه شہزاده فرخنده انجام

ہوا عزلت نشین خلوتسرا مین
رہا مشغول وہان یاد خدا مین

جو گذری نصف شب کچھ رات افزون
یہ کہتا ہی کہ ای شیریں جگر بند
عوض اونہا پکی چیزین ملین چار
ملی معشوقہ شیرین تجہکو اب
کیا اگرچہ یہ تیرا سہوا
گیا گر مفت ہی وہ تخت تیرا
اگر مطرب گیا تیری سازندہ تیرا
علاوہ اسکی پائیگا بہت زر
یہ جانا اب ہوا ہی بخت بیدار
پلا ساقی تجھی اک دو ساغر
مستانہ خاص شہزادہ کیا تہا آر
لگا خسرو سی کہنی ہو کی خوشحال
وہانکی حکمران ہیں ایک زن ہی
نہیں طاقت کسی کی حاکم کی لی
سنو لیتی ہی جنس چارپائی
شمیران نام رکہتی ہی وہ خوشخو
ہمیشہ ہی فصل گل ہی جلوہ افروز
گذارہ کوہ ارمن میں ہی گرما
ندیکہا حسن میں اوس کا ہمسر
خجل از بسکہ پیشانی سی ہی چاند
نگاہ غیر کا یہہ کب ہی یارا
خم ابرو سی گر اک تیغ زن ہی
لطافت آنکہہ میں دیتا ہی نرگس کا
عرق عارض کا گر عطر ربا ہی
مژہ ہین سلک گوہر سی ہین اونکی
نہیں نسبت ہی قند سی شکر کو
لب دندان کی لذت آسی پائی

تو دیکہا اوسنی یہہ خواب اب ہمایون
خدا رکہی جہانہین تجہکو خرسند
رہیگا آٹھون پہر تیر بہ غمخوار
کہ جسکی شکل ہیہ دلبر کوئی نیک
ہوا اوتو سنگدل اوس سی نہ زنہار
پر اب یاور ہوا ہی بخت تیرا
ضرور ہی نہ توئی منہ کو موڑا
نہ فرمان ہون ہیں بی صفت کشور

حسن شیرین کا بیان اور عشق خسرو کی داستان

کہو مطلب کا میری جو کہ یاور
جہانہ پہ نہایت سو شہانیک
کہ ہوا اقبال یاور تیرا امسال
کہ جسکی فوج سچ ہی موج زن ہی
کہ دیتی ہی خراج اسکو ہر سال
کنیزین جو ہین خیلو تو سراکی
نہیں ہاتہ ہی سبقت اونسکو
تو جہانتی ہی جانتین شہ شبو
بسر کرتی ہی ہو عیش میں ہمدم
بہت کا فرجہا جو ہی وہ دختر
نظر آتا ہی اوسکی شکل ماہ نو
کری جو حسن کا اوسکی نظارا
مزہ سی رو سہرا ہو کفن ہی
گیا دل جسپہ ہی معشوق کا چل
تو اک قطرہ سی شوخی بنائی
عجب موتی کی رکہتی ہی دہ کان
شکر ریزی ہی حال لعل تر کو
کبہی دندان مصری جیسی کہائی

کہرا تو شیروان پیش نظر ہی
ہوئی شائع جو چیزین تیری چاہ
غلام شکرین لب کی جدائی
اوٹھائی ہی جو تلخی ملامت
ملی شبدیز نام اک اسپ نیک سیر
ملی شاہانہ تجہکو تخت اسیا
ملی مطرب تجہی اک باربد نام
ہوا بیدار خسرو شاد و خرم
نہایت شاد شہزادہ تہا
جہانبین لگا ویسی کہنی شہا پر
کہ ستانگی اور ہر منزل
تمامی کشور ایران و ارمن
حصار اوسکی ہزار ہین ہر
نہیں رکہتی اگرچہ کوئی شوہر
ہر اک فصل ہوا ہین یہ اکثر
خزان ہوتی ہی جن میں ییلا
نہیں رکہتی کوئی فرزند دختر
پری ہی یا وہ دخت نازنین ہی
سیہ گیسو ہین اوسکی لیلۃ القدر
کہ ترک چشم دونون ہین سلحدار
پر اوس پہ بی نگاہ میکی تحریر
گل رخسار سی کہاتی ہین گل خار
نہیں کچہہ احتیاج دانہ و دام
اگر دیکھو چشم رست بینی
وہ شیرین لب کیونکر ملو لطہا
مسی مالیدہ دندان میں سراسر

وفور لطف سی دیتا خبر ہی
کیا تونی تحمل چار و ناچار
جو دل پر تونی اپنی بی دہائی
ملیگی اوسکی صحبت سی حلاوت
کہ جسکو دیکھ ہو پامی صبا لنگ
کرشا ہون کو میسر ہو نہ جیسا
نوا ساز ایسی جسکی زہرہ ہو رام
کیا شکر خدا اوندہ عالم
خلاف اسکی نہیں ہوئیگا زنہار
خیال خواب میں آشفتہ سر تہا
زمیں ہو نگری میں تہا وہ مشہور
بہشت سبز بہارن کی ہی حاصل
ہی اوسی زن کی حکومت پہ تعین
خدا جانی خزاین کسقدر ہیں
ولی رہتی ہی خوش و پاک گوہر
سکونت اپنی کی ہر جا مقرر
تو وہ انجا رہین رہتی ہی شادان
مگر ہی پاس اک دخت برادر
قمر و شرما سی جسکی جبین ہی
زرسی مویاف ہی یا لیلۃ البدر
نگہدار متاع حسن رخسار
کئی ہین ترک دونون پا بزنجیر
بہار سبزہ زار ہی حسن رخسار
کہ مرغ دل ہو خال و زلف سی رام
تہ بیشک فرد ہی خوبی میں یکتا
بنی ہی جاتی ہیں لب نگاہ گفتار
گوندہی ہیں رشتہ نیلی میں گوہر

لبون پر رنگ پان کا لطف دہرا
بدخشان مین پڑا ہی جسکا شہرہ

اگر دیکھی کبھی چاہ زنخدان
تو قیدی چاہ ہی ماہ کنعان

صراحی بلورین ہی وہ گردن
نپائی حور نی یہ خوبی تن

دکھا کر نازسی ہر ایک شانہ
کری دل تیر مژگان کا نشانہ

نہین ہین بال شانون پر نکالے
کہ لپٹی شاخ صندل مین ہین کالے

وہ دیکھی شمع سان جسنی کلائی
نہ پروانہ صفت اوسکو کل آئی

خجل ہی پنجہ رنگین سی مرجان
جگر خون اوس سی ہی لعل بدخشان

جو دیکھی حور اوسکا سینہ
نکل آتی خجالت سی پسینہ

وہ پستان ہین بہشتی تازہ دو سیب
کسی کی ہاتہہ کا پہونچا نہ آسیب

کسی کا دست سعی ونپر اگر ہو
اوسی حاصل جوانی کا ثمر ہو

بیان کیفیت محرم ہو کیونکر
کہ فکر و وہم نا محرم ہی یکسر

شکم اوسکا ہی شکل آینہ صاف
ہی اوسکی ناف شہر حسن کی ناف

کرون مین ذکر کیا اوسکی کمر کا
فقط اک وہم ہی تار نظر کا

نہ زیر ناف یارا ہی گذر ہی
پہسلتا اوس جگہہ پائی نظر ہی

زبس ہی ساق سی شرمندہ بلور
ہوا ہی نور اوس سی شعلہ طور

اگر وہ پاؤن رنگین دیکہہ پائے
تو زاہد اپنی آنکھون سی لگائے

نہین رنگ حنا سی پاؤن مین لال
کیا ہی خون عاشق اوسنی پامال

بدن پر اوسکی پوشاک زری ہی
نہ اوس سی حور کو تاب ہمسری ہی

جڑاؤ پہنی ہی زیور بدن پر
منور گرد مہ ہون جیسی اختر

ہزارون دختران ماہ پیکر
رہا کرتی ہین خدمت مین مقرر

پرستار اوسکی سب شہزادیان ہین
ہمیشہ ہم حکایت ہمزبان ہین

وہ ہین بلبل صفت اوس گل کی دلسوز
کمربستہ ہین خدمت مین شب و روز

کوئی رکھتی ہی پاس اپنی دف و چنگ
اوڑاتی رشک سی زہرہ کا ہی رنگ

ادا و ناز ہین اونکی نرالے
پہرا کرتی ہین سب سینہ ابھالے

جوانی پر وہ سب ہین نار پستان
بسان کبک چلتی ہین خرامان

گلی مین ڈالکر باہمدگر ہاتہہ
چلین اٹکھیلیون سی سبکی ساتہہ

وہ بت چلتی مین اونکی یون ہی ہمراہ
نظر ہالی مین آتی جسطرح ماہ

ستم ہی ناز سی اوسکا آنا و جانا
غضب ہی لڑکھڑانا مسکرانا

کری ابرو سی عاشق کا جگر چاک
تبسم سی نمک چہرکی وہ بیباک

برنگ گل سدا رہتی ہی خندان
سر شک عشق سی ہی پاک دامان

بسر کرتی ہی خوش خرم زندگانی
ہی طغیانی یہ بحر نوجوانی

میسر دیکھیے کیونکر ہی ہونا
بشر کو اس پری کی ساتہہ سونا

غرض یہ شکل ہی وہ غیرت حور
سراپا تن ہی اوسکا طور پر نور

صفت شبدیز سبک خیز کی

وہ بت رکھتی ہی اک شبدیز شبرنگ
کہ آگی اوسکی پاؤن ہی ہم ہی لنگ

تگ و دو اوسکی از بس ہی سبکتر
پہاڑی اوسکی پا سی باد صرصر

مہ نو سی فلک با ارجمند ہی
کری ہر ماہ اوسکی نعلبندی ہی

فلک پر ابرسان گر ہو روانہ
نہ لائی تاب برق تازیانہ

شناور یون ہو دریا مین شتابی
کہ جیسی آشنا ہو مرغ آبی

نہین تشبیہ مہ اوسکو گوارا
کہ پیشانی پہ اوسکی ہی ستارا

فلک اک دن مین اک چکر ہی کہاتا
وہ اکدم مین ہی سو چکر لگاتا

مشبہ گر کرون گردون سی اوسکو
بدن اوسکا خجالت سی عرق ہو

پری نی ہی اوس سی ہمسری کی
کہ ہر عنقا مین ہی صورت پری کی

ندیکھا خلق مین شیرین سا محبوب
نہین شبدیز سا ہی توسن خوب

کیا شاپور نی یہ حال اظہار
ہوا اک فتنہ خوابیدہ بیدار

خسرو کا صبر و ہوش کھونا اور شاپور کا روانہ ہونا

ہوا سنتی ہی خسرو ایسا مشتاق
کہ ویسی صبر کی طاقت ہی طاق

سنا کیا اوسنی شیرین کا فسانہ
ہوئی تلخ اوسپہ سب عیش زمانہ

مذاق ذکر شیرین تہا لبون پر
سمجہتا تہا یہی قند مکرر

لگا شاپور سی کہنی وہ خوشخو
کہ ای مرد خرد ور میری دلجو

یہ افسانہ جو تونی ہی سنایا
بلا ہی تازہ میری سر پہ لایا

رگ جان پر لگایا ہی جو نشتر
تو رکہہ کچھ مرہم تدبیر اوسپر

مجہی لازم ہی اب محنت اوٹہانا
طرف شہر بت شیرین کے جانا

پہونچتی ہی ہانکی پہر تو اوسکا حال
کسی حیلی سی کر دریافت احوال

که وه یکتا ہی ملک خوش ادائی
ذرا بہی ہی اسمین کج ادائی
ریاض عمر مین وه رشک شمشاد
رہی کب تک برنگ سرو آزاد
محبت سے وه بت رشک پریزاد
کرے گر میل سوے آدمی زاد
تو دم کر اوسپہ افسون محبت
کر اوسکی لوح دلپر نقش الفت
اگر وه شمع رو کچهه موم دل ہو
تو مجهه پروانه سان کا حال کیا ہو
اگر وه بت نہایت سنگدل ہو
تو کیون حسرت مین اپنا تنگدل ہو
غرض اس حال سے جلدی خبر دے
که ہی حالت دگرگون میری غم سے
یه سنتی ہی وه شاپور خردور
لگا یون عرض کرنی سر جهکا کر
که اے شہزادهٔ عالم جوان سال
رہے قایم ہمیشه تیرا اقبال
ترا بنده ہون جان و دل سے غمخوار
نہین ہے جز اطاعت سے سروکار
اگرچه سامنے ہون شیر و اژدر
نه تیرے حکم سے پهیرون کبهی سر
مجهے حاصل ہے فن صورتگری کا
اوتارون صاف مین نقشه پری کا
جو کهینچون ساده مین تصویر رنگین
اوڑے حیرت سے رنگ وی رنگین
جو مانی تها که تصویرین کهینچے
مرقع خاک مین اپنا ملا دے
تری تصویر اوسکو جا دکهاون
تعشق کا تری نقشه جماون
سوا اسکی کرون ایسی مین تدبیر
که ہو وه صید وحشی تیر تسخیر
اگرچه یوسف کنعان ہے وه ماه
زلیخا وار پر تیری کرے چاه
چلون گر تیر سان یہان سے سبکسار
نه اک چلے مین پہونچون تو خطاوار
جو مسکن اوسکا ہو عرش برین پر
تو لا حاضر کرون اک دن مین پر
پهر صورت مین کام اپنا کرونگا
خبر دونگا اگر جیتا رہونگا
ہوا یه کہکی رخصت ہان سے شاپور
کیا عزم سفر پهر شاد و مسرور
نه لیتا راه مین مطلق تها آرام
که چلنے کا اوسی تها رات دن کام
بیابان در بیابان طی جو کی راه
تو پہونچا ملک شیرین مین ناگاه
خبر اوس بت کے پوچهی وہان جو الحال
ہوا دریافت لوگون سے یه احوال
که تابستان مین وه بت رشک گلشن
ہوئی رونق فزای کوه ارمن
تو پهر شاپور پہونچا تا سر کوه
ہوا وہانکی ہوا سے دور اندوه
روان تهے ہر طرف باد بہاری
خرامان تهے تدرو کوہساری
وه سبزه ہر طرف سرسبز و شاداب
که جس سے دیده بینا ہو سیراب
زبس رنگ شقایق جوش زن تها
شجر ہر ایک گلگون پیرہن تها
زمرد گون درختون کی ہر اک ڈال
که طوبی کی کمر مین ہاته دے ڈال
نظر آئے عجایب اوس جگهه سیر
بنا وہان سنگ خارا سے اک دیر
مکان تها وه پرستشگاه ابدال
گیا شاپور بهی وہانتک خوشحال
ہوا سے وه خواہان ہدایت
سنی اوس قوم سے نادر روایت
که نیچے دیر کی پیدا ہے اک غار
وہان سنگ سیه اک ہے نمودار
لگا ور ماده اک مستی مین آکے
دوان آتی ہے وحشت سے مکان کے
خوشی سے اوسکو جب ہوتی ہے حاجت
برائے حمل گر کرتی ہے رغبت
قریب اوس سنگ کے شہوت مین آکر
مقام خاص کو ملتی ہے اوسپر
تو رہتا حمل ہے حکم خدا سے
عجب کچهه کارخانے ہین خدا کے
وه بچه ایسا جنتی ہے پس سال
نه پہونچے باد صرصر جسکی دنبال
سنا یون ہے که شبدیز سبک پے
اوسی سنگ سیه کے تخم سے ہے
رہا شاپور یه سنتے ہی حیران
ہوا وه صنعت حق کا ثناخوان
لگا پهر پوچهنے لوگون سے وہان کے
که تهے واقف وه حال بوستان سے
که کس گلشن مین وه رشک چمن ہے
لئے ہمراه صدہا گلبدن ہے
تو لوگون نے مفصل کہه سنایا
مکان گلگشت کا اوسکی بتایا
که نیچے کوه کی اک بوستان ہے
بہار سبزه و آب روان ہے
سحر کے وقت وه سب رشک شمشاد
وہان ہونگی خرامان بادل شاد

شاپور کا باغ مین جانا اور تصویر خسرو کی شیرین کو دکهانا

چلی جسدم نسیم صبحگاہی
بجا نوبت بنوبت کوس شاہی
نه پہونچین تهین بتان فتنه انگیز
که پہونچا جلد شاپور سحرخیز
چلا اک صفحهٔ قرطاس لیکر
که کهینچی صورت خسرو تهی بہتر
گیا لیکر شبیه با تمثال
اوسی گلشن مین پہونچا جا کے فی الحال
وه کی تصویر اویزان شجر سے
ہوا بعد اوسکی خود غایب نظر سے
وه پریان سبکی سب تهین آتین
عجب کیفیتین اپنی دکهاتین
وه مست حسن تهین جب آن پہنچین
پری خانه ہوا سارا گلستان

دکھا کر کوئی اپنی آپ پہچان
دل سنبل کو کرتی تھی پریشان
دکھا کر کے وہ حسن کا باغ
کیا تھا لالہ خوبیں کا دل داغ

ہوا محرم سے خالی تھا وہ گلزار
نہ تھی جز بوی گل واں تک غبار
سراک تھی بی حجابانہ خراماں
کوئی رقصاں تھی اور کوئی غزلخواں

بچھا تھا واں جو فرش سبزہ تر
وہ گلگوں پیرہن بیٹھیں اوسپر
خوشی میں آکی پیتی تھی کوئی مے
اوٹھاتی نشہ مے میں کوئی لے

وہ شیریں اون گلوں میں شاد و خورسند
مریں ہیچ کو نایاب گلقند
نہایت حسن میں اپنی تھی مغرور
وہ تھی نزدیک اپنی کچھ بہت دور

غرور حسن سے جب سر اوٹھایا
پڑی ناگہ نظر تصویر پر جا
پریرویوں سے بولی اسکو لاؤ
مجھے تصویر یہ لاکر دکھاؤ

کسی نے لاکی وہ صورت دکھائی
تصویریں سے جو صورت نظر آئی
کیا صورت کا اوسنے جب نظارا
ہوا اوس میں محبت کا گذارا

وہ تھی تصویر یا سایہ پری کا
گئی بھول اپنا شیوہ دلبری کا
ہوئی یہ صورت دیوانہ اوسکی
پری وہ ہوگئی دیوانہ اوسکی

اوداسی ہاتھ جب اوسکو لگایا
پسینہ شرم سے سینے پہ آیا
جو کوئی اور پاس اپنی چھپائی
تو پھر وہ سامنے اپنی منگائی

نگہباں ہوگئیں سب اوسکی ہشیار
کہا شیریں نے ہو جائیگی گرفتار
پھر اوس تصویر کی پڑنے اوڑائی
نظر میں تا نہ شیریں کی وہ آئی

اوڑاتا کسقدر یہ عشق بیباک
کرے تصویر عاشق کی بھی چاک
کہا شیریں نے وہ صورت کہاں ہے
وہ بولیں اب تو نظروں سے نہاں ہے

سہاں آسیب بھی ہر وقت پیدا
نہیں بنا مناسب آدمی کا
یہ بہتر ہے چلیں یہاں سے کہیں اور
ہوا کہا ئیں کسی جا اور چل کر

دعائیں سیکڑوں شیریں کو پہچم
کیا صحرا سے آہو کیطرح رم
کہ اتنے میں نہاں ہوگئی یہ شام
کیا اور اک چمن میں جاکی آرام

وہ شاپور اٹھا وہاں اک سحر کی

دوبارہ شاپور نے تصویر دکھائی کہ شیریں تھی حیران

پریزادوں کی کیفیت نظر کی

جو نکلا چرخ پر مہر دل افروز
درخشاں ہوگیا پہر صبح روز
جدہر کو اون بتوں کا تھا ارادہ
گیا شاپور جلد اوس سے زیادہ

دوبارہ ویسی ہی تصویر شاہ لے
وہاں پہونچا تو ویسی جاکی پہلی
دکھایا تھا جو اول نقش دلجو
تھا کچھ فرق اوس سے یکسر مو

پر ستو پر اوسکو آویزاں کیا واں
کمینگہ میں ہوا پہر آپ پنہاں
ہجوم گلرخاں اتنے میں آیا
نیا انداز پہر اک نے دکھایا

خوشی سے ہی نالے زنیاں قصب پوش
چمن میں تھیں [illegible]
رواں تھی جو وہاں باد بہاری
لگیں کرنے تماشا [illegible]

ہوئیں فرصت میں جب مشغول بازی
نظر آئی وہی نیرنگ سازی
جو پہر شیریں نے دیکھا آنکھ اوٹھا کر
نظر ٹھہری اوسی کاغذ پہ جاکر

رہی بس صورت تصویر حیراں
ہوئی ہیبت سے شکل بید لرزاں
لگی کہنے وہ از روی تحیر
کہ ہے تصویر یہ یا ہے تصور

یہ فرمایا کسی کو گو وہیں جا جلد
یہ صورت پہر بھی لاکر دکھا جلد
گئیں لیکن وہ صورت واں چھپا لی
تماشا اوسکی وہ پہر کر نہ لائی

کہا پہر یار یہ نیرنگ سازی
پری یا جن کی ہے یہ [illegible] بازی
[illegible]
[illegible] افشان خزان

کہیں تو کیا اسے [illegible] کا نام
کیا اوس جا بتوں نے جاکی آرام
جو نکلا چرخ پر [illegible] سپیدہ [illegible]
[illegible] آخر ان لیلکی ہمراہ

پریرویوں نے شب [illegible] گذاری

سہ بارہ شاپور نے تصویر دکھایا اور شیریں کو عاشق بنایا

شب [illegible] تھی اور بادہ خواری

جو خورشید نے چادر شب کو اوتارا
کیا خورشید نے اپنا گذارا
[illegible] سحر کا بہار
[illegible] ہی گرانبار ہی اوتار

وہاں سے [illegible] سحر کو
رواں [illegible]
[illegible]
[illegible]

مسلح [illegible] نگاراں
شفق [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

مسلسل ہر طرف آب روان تہا
بت شیرین نی جب دیکھا یہ سامان
گیا اوسی پہ صنعت کہانی
وہ بیخود ہوکی جا پہونچی اوسی جا
جو دیکھا اپنا عکس ہی تابان
ہوئی تصویر پہ شیدا وہ گلفام
عجب نقشہ تہا نقش جانفزا کا
جو دیکھا اون پریرویون نی یہ طور
نہین یہہ کام ہی جن و پری کا
جو پایا اون پریرویونکو دلسوز
لگی کہنی بہتون سی وہ گل اندام
غرض با صد نشاط و ذوق و شوق سے
و فور نشہ مے مین طرب سے
اوسی دریافت کرنا تہا جو احوال
کیا دریافت سب نے ہر کسی سے
کہ ای چرخ ستمگر کیا سمائی
وہی شاپور مشکل سیہ خوان تہا
پری پیکر نی جو دیکھا اوسکو جاتے
فلک کی غور کرسا تو ستارے
کہا پنڈت نے آگی اب سخانہ
کہان واقف تہا ان باتون سی نوکر
چلی سنتی ہی وہ گہبرا کی فی الحال
پریشان سر بسر زلف معنبر
یہ کی حسن بت شیرین نی تاثیر
کہ ای بیگانہ وش اکدم ٹہر جا
وہ تعریف پری لایا زبان پر
ہوا حیران تیر کس جانب سی آنا

وہ میدان بیابان سبزہ زار تہا
لگی پینی وہ مے با روی خندان
شجر سی پہر وہی صورت لگا کر
اوٹہایا تب وہ نسلی پی اوسکو دیکھا
رہی بس شرم سی سر در گریبان
پری ہوتی ہی جیسی نقش ستی کام
ہوا تعویذ جان وہ دلربا کا
بت شیرین کا پایا حال کچھ اور
وہ کیا جانین یہ شعبدہ دلبر کا
ہوئی خوش لیکن وہ ماہ دل افروز
گیا سب دل سی صبر اور آرام
لگی کرنی پرستش سب جو تہی
ہوس بوسہ کی کرتی اوسکی لب سے
کنیزان پایا بہلا مین فی الحال
پتا اوسکا نپایا پر کسی سے
جو تو نی یہ بلا پیچہی لگائی
کہ بیگانہ صفت اوسجا روان تہا
لگی کہنی وہ اون سب مہوشون سے
وہ شاید پتہری سی کچہ پچہاری
جو کچہ پوچہین سو وہ ہمکو بتاوی
مگر جلدی مین نسی کیا کہو مین
کہ اوسکی لب پا ہین مثل خلخال
کہ جس سی جا نشست تہا سارا معطر
بنا حیرت سی وہ پتہر کی تصویر
یہان مطلق نہ اندیشی کی تہی جا
پری نی اوسکو بہلایا و ہرچند
اور اسکی منتظر ہی کس سمت جانا

اور وہ صحرا جہان سبزہ تہی سو
اوسی گلشن مین وہ تہا ایک پیا قل
نزول جسم پری شیرین کی آکر
زبس قرطاس صورت پہ بہلایا
جو پایا آپ کو پہلو بہ پہلو
ہوا تصویر سی وہ عشق کامل
محبت لیکن کچہ ایسی سمائی
پشیمان کار پیشہ سی تہین سب
جو بہون ہم حال سی اوسکی خبر دار
بنایا اون سبہون کو محرم راز
مقابل کہہ کی اس تصویر کو ہم
مگر سب سامنے کہنی کی یہ صورت
وہ دیوی سی آہین کچہ بہی نہ سر
کہ ہمشکل اسکا شاید کوئی آئے
غرض شیرین نہایت ہوئی بیتاب
وہ بت اسطور تہی حیرت سی و مستانہ
اگر ظاہر مین بیگانہ بنا تہا
کہ تم اس بیدخوا کی پاس جانا
پرستاری چلین سنتی ہی وہ شکل
سنایا یہ کہ تم جب حال تصویر
کنیزون نی کہا شیرین سی جاکر
غرور حسن سی کرتی ہوئی ناز
قیامت خیز تہی اور تیر کی جا
تبسم کر کی با صد عشوہ و ناز
یہ سنتی ہی پہر آگی اوسی جا
مدبر آ رہی وہ وزری وہ فسوں ساز
وہ بولا ہو جہان دیدہ جہان گشت

ادہر اوس نگار نہان کو ...
کہ تیہا یہ حسن پریزاد سنبل
سہی آئینہ سان حیران و ششدر
تہا اوسشکل آئینہ کیا تہا
رہا مطلق نہ دل پر اوسکا قابو
بشکل آئینہ رکہی مقابل
کہ اکدم اوسپہ بیہوشی سی چہائی
کہ رہی تہی ہر انگشت بر لب
کرین دریافت یکسر اسکا اسرار
کیا پہر قصہ حال دل آغاز
یہ تین اب عیش سی ساغر و جام
کہ ہوتی تہی ادہر کچہ لگی کدورت
لب پہ تہی دوان اشعار پر درد
پتا اس شکل کا کوئی لگائے
لگی کہنی یہ با صد رنج و افسوس
کہ گذرا اوس طرف وہ نقش پرداز
دلی باطن مین مرد آشنا تہا
حقیقت شکل کی اسکو سنانا
قریب بر ہمن پہونچین سب آکر
تو کی بیگانہ سان وہشی یہ تقریر
بتائی وہ جو تو پہونچی بلا کر
چلی مستانہ وہ شوخ خوش ادا
ہوا آخر دل وہ رشک کا پانا
بت طناز نی دی اوسکو آواز
مناسب وہ جگہہ پر کی بچانا
لگی یون پوچہنی اوس با صد ناز
کہ ای یاد و تو کی صد کوہ و صد دشت

بتاؤں میں تجھے موجود و معدوم
دقیقے سب یا معنی کے ہیں معلوم

لگا کہنے کہ اے سرمایۂ نور
رہے تجھسے ہمیشہ چشم بد دور

اشارے سے پری کے سب پری شان
ہوئیں سنبل صفت انسے ہم پریشان

کہ ہے شکل ایک شاہ نوجوان کی
ظفر لونڈی ہے جسکی آستان کی

شہنشہ خسرو پرویز ہے نام
کہ شہرہ حسن کا جسکی ہے تا شام

بوقت رزم اک شیر غرین ہے
میان بزم شوخ نازنین ہے

لب شیرین سے گر شکر شکن ہو
تو کوزہ قند کا گوش سخن ہو

جو لیتا ہے کبھی تیغ و سپر کو
عدو کرتے ہیں قربان اپنے سر کو

اوسے حاصل ہے جہد کامرانی
بہار تازۂ حسن جوانی

ولی اوسنے باین نگمین ادائی
نہیں کی اپنی اتک کتخدائی

ہوئی بت اسے ان باتوں سے ہوش
کہ گویا وہ ہمہ تن بنگئی گوش

غرض شاپور نے دیکھا جو یہ حال
کہ شیرین عشق خسرو سے ہے پامال

معمے میں جو تو کہتی ہے ہر بات
مناسب ہے کشادہ ہو کے کر بات

ملا ہے گر طبیب درد ہجران
تو کیوں کہتی نہیں کچھ درد کا درمان

کہ سن اے برہمن حال دل زار
کسی سے گر کرے ہرگز نہ اظہار

کہ اس تصویر کو جبسے دکھایا
طبیعت پر عجب ہے رنگ چھایا

چہ پوچھا ہے تو کچھ تدبیر ہے کر
مبادا حال ہو کچھ نوع دیگر

سخن یہ سنکے شاپور خردمند
ہوا دلمیں نہایت اپنے خرسند

لگا شاپور کرنے چارہ جوئی
نہ دیکھا چارہ کچھ جز راست گوئی

سخن میں راست لاتا ہوں بناہر
نگاہ رحم ہو پر میری جان تک

کیا حق نے مجھے ہر فن میں ایسا
ہنر تجھکو یہ دکھلایا ہے جیسا

باین حسن و جمال عالم آرا
ہوا ہے تجھپہ نادیدہ وہ شیدا

مجھے بھیجا یہاں قاصد بنا کر
دکھائی میں صورت اوسکی لا کر

فقط تصویر پر تیرا یہ ہے حال
اوسے دیکھے تو کیا پڑ جائے جنجال

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

کہا سنکے کہ منت کش ہوں تیری
کر اب بہر خدا تدبیر میری

کہا شاپور نے اوس سے کہ اے ماہ
جو ہے اس شاہ سے تو کی تجھے چاہ

لگی کہنے وہ اے مرد خرد ور
بھلا اس شکل کا نقشہ بیان کر

ابھی اظہار اسکا تجھسے ہو جائے
جو خالی ایکدم غیروں سے ہو جائے

جو پایا اوسنے تنہا گلبدن کو
کیا آراستہ روسے سخن کو

جہان میں ہے وہ روشن مثل خورشید
وہ ہے اک یادگار نسل جمشید

جمال وہ ہے یوسف سے شنیدہ
مگر اوسکا بچشم خود ہے دیدہ

بچہار کہا ہے ایسا خلق کا دام
کہ جس سے ایک عالم ہو گیا رام

روان ہوتا ہے جسدم وہ تکاور
تو ہوتی ہے زمین لرزان سراسر

جو میدان ہے تو شوق لشکری ہے
شبستان ہے تو میل دلبری ہے

ہزاران مہوشان شوخ و طناز
رہا کرتی ہیں عشرتگہ میں دمساز

مبارک سخت ہیں اوس دلربا کی
جو سوتی ہیں وہ اوس رنگین ادا کی

رہے مشتاق یوں وہ رشک مہتاب
سنو جون تشنہ لب شبنم سے سیراب

لگا کہنے نہ کچھ سمجھا میں اسرار
کہے کس بات سے تو دل گرفتار

بہت دشوار ہے پھر اسکا پانا
جو پایا پھر عبث مطلب چھپانا

پری رو نے جگہ دیکھی جو خالی
لگی کرنے وہ یوں شیرین مقالی

سنا یوں کون تھا یہ نقش پرداز
ہوا اسطور سمجھ پر جو فسون ساز

ہوئی اسطور سے اسپر سخن گو
بجا اے جی رہا کرتی ہوں جو

کرے گا درد کا میرے جو درمان
رہونگی عمر بھر تیری ثناخوان

کہ محنت میں جو اپنی اوٹھائے
تو بارے راہ مقصد میں پائے

کیا یوں عرض اوسنے مہ لقا سے
بر آئیں تیرے سب مقصد خدا سے

جو صورتگر کی تجھکو جستجو ہے
یہ بندہ ہے جو حاضر روبرو ہے

وہی خسرو جو شاہ نوجوان ہے
سدا اقبال اوسکی ہمعنان ہے

بجز تیرے نہیں چاہش ہے کچھ اور
طبیعت کا ہوا اوسکی عجب طور

نہیں نقشہ یہ خسرو کا دکھایا
تصور میں وہ گویا خود ہی آیا

غضب ہے گی وہ اوسکی خوش کلامی
کہ سچ ہے قول مولانائے جامی

اوسیکی گر تجھے اب جستجو ہے
تو پھر کیا اسمیں جائے گفتگو ہے

جو کی تو نے یہ تقریر پر فسون
ہوا دلمیں حساب عشق افزون

ارادہ صید گہ کا کر کے اظہار
سواری میں تو ہمرہ شبدیز رہوار

اوڑیگا تجھکو لیکر وہ سبکتر
بشر کیا تجھکو پائیگی نہ صرصر

روان سوی مداین ہو یہانسی
ملی گی راہ مقصد پھر وہانسی

اوسی انگشتری خسرو نی دی تھی
وہ شیرین کی حوالہ اوسنی کر دی

کہا گر راہ مین خسرو کو پانا
تو یہہ انگشتری اوسکو دکہانا

بسان مہر ہی وہ صورت پاک
سراپا سرخ ہو گی اوسکی پوشاک

نشان اوس شاہزادی کا یہ کہہ یاد
روان ہو یہانسی اب تو بادل شاد

ترے پیچھی مین آتا ہون سبکتر
نہ ہونا تو کسی صورت سی مضطر

سر شہر مداین جب کہ جانا
پتا اوس شہ کا ہر اک سی لگانا

وہان خسرو کی اک خلوت سرا ہی
کنیز اوس شہ کی ہر اک مہ لقا ہی

اوسی خلوت سرا مین تو بھی جانا
نگین شاہ ہر اک کو دکہانا

اقامت کر تو اوس منزل مین یکماہ
قران اوس خوش رہی ہوگا تیرا ماہ

تماشای جمال شاہ کرنا
خدا کا شکر پھر ای ماہ کرنا

کہا پھر اب ترا حافظ ہی اللہ
یہ کہکر اپنی لی شاپور نی راہ

رہی تنہا وہ شیرین یا نیہ جسدم
تو آئین سب کنیزین ملکی باہم

غرض شیرین یہ تونکو ساتھ لیکر
ہوئی وہانسی روانہ پس سبکتر

کٹی آخر کو فرحت سی وہ سب راہ
بصد شادی وہ پہونچی تا وطنگاہ

رہین آسودہ چندی بہ شب گلفام
نگر شیرین کو کب آتا تہا آرام

لگی کہنی مہین بانو سی یا ماہ
رہی قائم ترا یہہ حشمت و جاہ

نہین لگتی یہان میری طبیعت
ملیگی صیدگہ مین مجھکو فرحت

جو فرماوی تو کر شبدیز پر زین
روان صحرا کو ہون باز یب و تزئین

کرون دن بھر شکار و سیر جاکر
قدمبوسی کرون پھر شب کو آکر

کہا اوسنی کہ سن ای ماہ پیکر
سوا اسکی جو کچھ چاہی طلب کر

وہ شبدیز سبکدو تیز تر ہی
کہ جس سی چرخ بھی زیر و زبر ہی

مبادا پشت زین سی جدا ہو
تو پھر وہ بادپا مطلق ہوا ہو

اجازت یہہ نہین ہی گرچہ منظور
تری آزردگی سی پر ہون مجبور

لگام پہلوانی اوسکو دیکر
سواری کر تو اوسکی پشت زین پر

اجازت جب نہین بانو سی پائے
تو پھر جان تا لب شیرین مین آئے

اوٹھی ہانسی دعا اوین اسکو دیکر
رہی پیوستہ سایہ تیرا مجھپر

بھاگنا شیرین کا شکارگاہ سی اور پھرنا کنیزونکا راہ سی

کہان ہی ساقی گلفام ادہم
پلا مجھکو شراب عیش پیہم

کہ گردون ہی مبارکباد گویان
ہوا معشوق خود عاشق کا جویان

چڑھا جب دم سوار مہر تابان
سر پشت سمند چرخ گردان

پہن پوشاک شیرین ہو گئی طیار
کیا اوسنی طلب شبدیز رہوار

ہوئین حاضر بتان ماہ پیکر
کیا مجرا ہر اک نی سر جھکا کر

جو دیکھا اوسنی اون سب مہوشونکو
لگی کہنی وہ اونسی مہربان ہو

رہا کرتی ہو تم وحشت سی دلگیر
اسی قصد ہی اب سوی نخچیر

بتون نی سنکی باطبع ہوسناک
فریب بر مین کی فرانہ پوشاک

سہی تھا رسم اون سبکا گو نکا
کبھی گر اتفاق صید ہوتا

تو ہوتین سب وہ باشکل غلامان
خوشی سی ہمرہ شیرین شتابان

غرض گھوڑونپہ کی سب نی سواری
چلا وہ غول جون باد بہاری

روان گھوڑونپہ وہ سب رشک تہمین
کہ جلد سب قیامت کج کلہ تہین

ہر اک توسن نی چالاکی دکہائی
ہرن کی چوکڑی ساری بہلائی

ولی شیرین نی جسدم باگ اوٹھائی
کسی نی گرد بھی اوسکی نپائی

کنیزون نی اوٹھائی باگ بیحال
دوان تہین مثل سایہ اوسکی دنبال

وہ سمجھین سب اپی کی یہہ سرکشی ہی
نکچھ سمجھین شیرین کی خوشی ہی

کیا ہر چند اون سب نی تگاپو
چلا ہر گز کسیکا کچھ نہ قابو

نمایان ہو گئی اتنی مین جب شام
پھرین صحرا سی آخر سب وہ ناکام

مہین بانو کی آگی آ کی غمگین
کہا تلخی سی یکسر حال شیرین

کہ ڈالا اوسنی جب گھوڑا اگاڑی
تو سمجھا ہی کہین ہم سب پچھاڑی

ہوئی درماندہ آخر سبکی رہوار
نشان اوس ہٹ کا پایا نہ زنہار

سنا بانو نی جب شیرین کا احوال
سراسیمہ ہوئی اور غم سی پامال

کیا حسرت سی اپنا پیرہن چاک
کہا پھر یہہ سخن با چشم نمناک

کہا ای شیرین یہ تجھکو کیا سمائی
محبت کس لئی لیلی وٹھائی

کہان سرگشتہ تو ای میری جان ہی
کہان شبدیز ہی اور تو کہان ہی

رہی قائم تو اوسکی پشت زین پر
پیادہ پا ہوئی روی زمین پر
جدا ہو کر کی صدمہ سی فرس سے
ہوئی دمساز اب نخچیر ونسے جا کے

رہی اس طرح سی گریان سحر تک
دل غمگین مین کیا کیا لائی شک وہ
ہوئی جسدم خبر یہہ سب پہ ظاہر
ہوئی سردار لشکر آ کی حاضر

کیا یون عرض گر ہم حکم پائین
پتا جا کر کہین اوسکا لگائین
کیا بانو نی ہرگز کچھہ نہ ارشاد
کہ یہہ خواب ایک شب کا تھا اوسی یاد

کہ گویا ہاتھہ پر بیٹھا ہی اک باز
کیا پھر دفعتہ ہاتھون سی پرواز
ہوئی حسرت مین اوسکی جبکہ رنجور
تو وہ آ کر کی بیٹھا پھر بدستور

جو پھر بیٹھا تھا آ کر خواب مین باز
تجسس سی رہی شیرین کی وہ باز
لگی کہنی کہ ہی یہہ کار دشوار
کہ ہین یہان جتنی گھوڑی تیز رفتار

جو مثل باد بھی ہو وین سبک خیز
نہین ممکن کہ پائین گرد شبدیز
گیا جب مرغ ہاتھون سی نکل کر
تو ہاتھہ آنا ہی مشکل پاؤن چلکر

علاوہ اوسکی یہہ ظاہر نہین ہی
کہ کس جانب گئی وہ نازنین ہی
یہ بہتر ہی رہون چندی شکیبا
وہ شاید خود دکھائی روی زیبا

نہ پھر یاد رہی وہ چھوڑ دیگی
اگر جیتی رہی گی آملیگی
رہا خاموش لشکر سنکی سارا
بجز فرمانبری کی کیا تھا چارہ

اودہر شیرین سوار پشت شبدیز
صبا آسا اڑان تھی سوی پرویز
وہ با شکل غلامان پریوش
کہی تھی زیب بر پوشاک دلکش

شتابان وہ بدہ صحرا بصحرا
لگاتی تھی پتا اوس گل کا ہر جا
اوسی تھا خوف نامحرم جو ہر گاہ
سمجھتی تھی نہ کچھہ وہ راہ بیراہ

نکرتی تھی کسی منزل مین آرام
تگاپوسی مگر تھا راتدن کام
اسی صورت سی وہ ماہ دل افروز
رہی بس گرم رو تا چاردہ روز

بڑہا تھا سوز دل رنج و الم سے
لگی گھٹنی مثال بدر غم سے
ہوئی اک صبح پھر جسدم نمایان
ملا اک مرغزار سبز و ریان

نظر آیا وہان اک چشمہ صاف
بسان آب گوہر صاف شفاف
وہ آب چشمہ تھا ایسا درخشان
چھپا ظلمت مین جس سی آب حیوان

وہ رنج رہ سی از بس خستہ تن تھی
غبار آلودہ وہ رشک چمن تھی
نتھا مردم کوئی چشمی کی اوپر
لگی گھوڑی کو ٹہلانی وہ دلبر

اوتر کر اسپ کو باندہا شجر سے
جدا پوشاک کی پھر اپنی بر سے
جو پہنی چادر نیلی بدن پر
عیان تھا رنگ سوسن کا سمن پر

گئی چشمی کی اندر پھر شتابی
ہوا اوس مہ کا منزل برج آبی
حباب چشمہ شکل چشم بنکر
ہوئی مشتاق نظارہ سراسر

لبون سی موج کی چشمی نی حاصل
کیا پا بوس اوسکا ہو کی مائل
پڑا جب عکس انگشت نگارین
ہوئین سب مچھلیان چشمی کی رنگین

نہائی جبکہ اوس چشمی مین گلرو
گلاب آسا ہوا وہ آب خوشبو
وہ رشک حور جو تھی پانی کی اندر
وہ چشمہ تھا مثال چشمہ خور

جو کھولی اوسنی گیسوی سیہ تاب
بنی عاشق کو حلقی اوسکی گرداب
بت سیمین بدن کی شستشو کی
تمنا پنجہ خورشید کو تھی

رہی پانی مین یون مشغول بازی
تو کی آخر فلک نی کارسازی

خوف پدر سی خسرو کا فرار ہونا اور دلبر سی جا ملنا

پلا ساقی مجہی اک اور ساغر
خبر عاشق کی اب لاؤن مین جا کر
یہ کہتا ہی وہ دانای سخنور
بیان یہہ داستان کی جسنی یکسر

کہ خسرو شاہ نی شاپور دانا
کیا جسدم سوی ارمن روانا
زبس تھا انتظار اوسکا شب و روز
کہ کب دی مژدہ یار دل افروز

عدو خسرو کا اون روزون تھا ایک
عداوت سی کیا فتنہ بپا ایک
کیا تجویز نقش فتنہ انگیز
درم پر کر منقش نام پرویز

کیا رائج ہر اک کشور مین اوسکو
کہ تا خسرو سی ہر فرد بدگمان ہو
ہوا ہرمز جو واقف اس چلن سے
تو گویا آگ سی لگی سینی پہ اوسکی

کہا اوسنی نیا سکہ چلایا
ہماری بات مین بٹہ لگایا
لٹاتا زر ہی ندرا یسی وہ چند
کرون اب گنج کی صورت اوسی بند

بزرگ امید کو اوسکی خبر تھی
تو اوسنی جا کی خسرو کو خبر کی
کہا گرچہ ہی تو شہ کا جگربند
مگر سمجہو کریگا وہ نظر بند

بدی پر ہی طبیعت جسکی مائل
ہوئی پیری مین اوسکی عقل زائل
نکل جائی کسی جانب جو یہان سے
تو امین ہو بلای ناگہان سے

سنا خسرو نے یہہ احوال جس دم
ہوا خوف پدر سے سخت پر غم

کہ کل ہی عزم میرا سوی نخچیر
رہا کرتا ہوں یہاں سخت دلگیر

او تارو تم اوسے باعزت و جاہ
کو اک تم ہو سب اور وہ ماہ

تو ہمراہی مین ہنا اوسکی تم سب
اطاعت کیجیو ہر روز و ہر شب

جو تہا عشق اوسکا وہ صادق لیکن
عیان الہام غیبی تہا زبان سے

جو خوف شاہ سے پردر تہا دل
تو دو منزل کو کرتا ایک منزل

ہوئی درماندہ اسپان سبک خیز
ہوا خسرو وہان بس فرحت انگیز

یہہ کہکر آپ ہر سب سے جدا ہو
بسوی مرغزار آیا وہ خوشخو

دکہاتا تہا وہ چالاکی سراسر
قدم رکہتا تہا اک جا زمین پر

اور اوسمین وہ سراپا ناز دلجو
نظر آتی تہی اک سرو لب جو

وہ دلبر تہی جو اوس پانی مین عریان
نظر آتی حباب آسا وہ پستان

جو کہولی اوسنے تہی زلف گرہ گیر
ہوئی خسرو کی پاؤنکی وہ زنجیر

لگا کہنے وہ دل سے کہینچکر آہ
عجب ہی حسن کی تاثیر واللہ

یہی کہتا تہا وہ کیا خوب ہوتا
جو مین ہاتہوں سے اسکی پاؤن دہوتا

ولی اس بات سے تہا کچھہ نہ آگاہ
کہ اوتریگی مری منزل مین یہہ ماہ

جو شیرین پر مرا ہی عشق صادق
نہونگا مین کبہی دلبر پہ عاشق

مگر سہرا پہ خلاف عقل یہہ بات
کہ شیرین سلطنت کی ہی زر ذات

پڑی وسوسہ لرا پر کیا تباہی
ہوئی تنہا جو یون جنگل کو راہی

غرض دل سے یہ شہ کی گفتگو تہی
بدل حال صنم کی جستجو تہی

ہٹا جب زلف کا ابر سیہ تاب
نکل آیا وہ روی شاہ مہتاب

رخ روشن ہے مثل مہر تابان
کہ یہ تو ہی وہی کیا ماہ کنعان

سوا اسکی نہ چارہ اور دیکہا
کہ چہوڑا رخ پہ پردہ گیسونکا

مگر دیکہا کہ اب وہ نارپستان
خجالت سے جہکا لی سر گریبان

نہیں کیونکر یہ دلبر مجہسی محجوب
کہ محجوبی ہی عین حسن محبوب

غرض اس طور سمجہاتا ہوا دل
چلا وہ ادہر جانب نیم بسمل

پہن پوشاک کر شبدیز پر زین
چلی اودہر چشمہ شیرین سے شیرین

عجب یہہ شان و شوکت کا جوان ہی
کہ عاشق اسکی رخ پر سب جہان ہی

شبستان مین گیا اپنی وہ بیحال
کہا سب باہر ہو نسے یہ احوال

اگر آئی کوئی یہان نارپستان
شبستان کو کری رشک گلستان

اگر وہ ہوگی اس خلوت سی دلتنگ
کری صحرا کی جانب اپنا آہنگ

پسند آئی جو اوسکو کوئی گلشن
بنا دینا وہین پر اوسکا مسکن

یہہ کہکر وہان سے با خیل غلامان
ہوا خسرو سوی ارمن شتابان

وہ جا پہونچا اوسی جا راہ طی کر
کہ جس منزل مین تہی وہ ماہ پیکر

غلامون نے کہا اوسنے کہ تم سب
ذرا گہوڑونکو ٹہلاؤ یہان اب

نظر آیا وہ شبدیز سیہ رنگ
شب دیجور ہی جس سے تہی دلتنگ

ہوا اسپر یقین خسرو جب آن
نظر آیا وہ چشمہ مثل حیوان

نظر آتا تہا عریان جسم شفاف
بندہی اک چادر نیلی تہی تا ناف

نمایان یون تہی رخ پر قطرہ آب
کہ تابندہ ہو اختر گرد مہتاب

زبس تہی اوسکی دلمین الفت افزون
ہوا اوس رشک لیلی پر وہ مجنون

ابہی تہا ایک ہی لب کا طالب
ہوا غم دوسرا کا دلپہ غالب

نہین جانا وہ چشم اوسکا ہی تہوڑا
ملی جسکو یہ جوڑا اور گہوڑا

کبہی کہتا یہ کیسا ماجرا ہی
کہ اس ہٹ پر مرا دل مبتلا ہی

نشان شاپور نے جو کچھہ بتایا
سوا اس معشوق اور گہوڑے مین پایا

مصاحب اوسکی صدہا ہین دلارام
نہیں جز عیش و عشرت دوسرا کام

کہون کیونکر دلا وہ جان جان ہی
کہان وہ دلربا اور تو کہان ہی

نگاہ شاہ سے شیرین تہی غافل
کہ رخ پر تہی نقاب زلف حائل

نظر کی اوسنے جس دم آنکھہ اوٹھا کر
تو دیکہا اک جوان رشک صنوبر

ہوئی بس شرم سے لرزان بیتاب
کہ جیون پانی مین لہراتا ہی مہتاب

ہوئی اوسدم نگاہ مست جابار
دل خسرو کو مثل تیغ بران

تو سمجہا خاطر جانان یہین بار
نہیں منظور یار خاطر یار

اگر ہی صید وحشی یہ دلارام
کرونگا دام فکرت سے اسی رام

ہوا چشمی سے خسرو جبکہ کچھہ دور
نکل پانی سے وہ سرمایہ نور

یہی کہتی تہی اپنی دلمین ہربار
کہ پیش آیا ہی کیا یہہ امر دشوار

نہیں یہہ جاہر و گر میرا دلدار
تو پہر آگین ہی کیون میرا دل زار

جو اوس تصویر مین دیکھی نشانیان
سو وه سب اسکے چہرے سے عیان ہین

بہت تشویش اوسنے اسطرح کی
نه اس اسرار سے پر آگہی تہی

غرض مرضی تہی یون اوس دلستانکی
که قربت ہووے اس غنا جو انکی

یہ کہکر کردیا گہوڑے کو سرپٹ
کسی نے بہی نپائی اوسکی آہٹ

پس یک لحظه خسرو نے نظر کی
نه دیکہی شکل پر اوس سیمبر کی

جو تہا اوس بحر خوبی پر ہ مائل
تڑپتا تہا برنگ ماہی دل

کبہی تہا ڈہونڈہتا ہر اک چمن کو
که سبزے مین وه شاید گلبدن ہو

کبہی چشمے کو یہه جا کر سنایا
کہان اوس بحر خوبی کو چہپایا

کبہی کہتا فلک سے ملکے وه ہاتہه
کیا کیا شعبده تونے مرے ساتہه

نہین معلوم بیداری تہی یا خواب
که دیکہا مین نے وه ماه جہانتاب

جو مشغول اوس جانب مین نہ ہوتا
تو دولت ایسی کیون ہاتہه سے کہوتا

سنان غم نه کیون دل پر بٹہائے
جو پہونچی شاخ تک اور پہل نہ کہائے

غضب ہی جو لب کوثر پہ پہونچکر
کرے تشنه نه اوس سے اپنی لب تر

پڑا اس خاک پر حسرت سے بیہد و ہوش
رہا کچھ دیر تک آخر کو بیہوش

کہا پہر دل سے باصد رنج و افسوس
عبث تہا ہی اس صورت سے مایوس

اگر کوئی پری تہی یہه ستمگار
تو ہاتہه آنا تہا اوسکا سخت دشوار

مناسب ہی که رکہون دل لیکن یہه ازه
کرون اب منزل مقصد کو پروانه

کہا شاپور نے تہا ایکباری
که ہی پوشاک اوسکی سرخ ساری

که شاہونکی بہت ہوتے ہین بدخواه
بدلتی اسلیے ہین جامه راه

لگی پہر دل سے کہنے وه بصد درد
مبادا اور ہی ہو یہه جوانمرد

ہوئی پنہان نظر سے بغیرت حور
اوڑا وه اسپ مشکی مثل کافور

کیا کتنا ہی جولان اپنا رہوار
قدم کا بہی نشان پایا نه زنہار

یه کہتا تہا تعجب مین کہ اوای ہی
گیا کس طور محبوب دل آرائے

کبہی پرسان تہا لالی سے وه خوشخو
نشان کہتا ہی اوس گلرخ سے کچھ تو

کبہی ہر ایک ماہی سے یه کہتا
که اوس مہ کو کہین تمنے ہی دیکہا

یه کیا تونے سجایا باغ شادی
دکہایا مجہکو دشت نامرادی

کبہی کہتا که ہی تقصیر میری
عبث میری نظر اوس سے پہیری

مگر ابلیس نے تہا مجہکو گہیرا
جو یون مونہه اوس ہشتی سے پہیرا

ہوئی حسرت مجہے بہی اوسکی معلوم
سکندر جو ہوا حیوان سے محروم

کہون حسرت مین اپنی کسکی آگی
که خود مین سوگیا جب بخت جاگی

وه دل سے کہینچتا تہا آه و نالے
دو چشم زار گویا دو تہی نالے

حقیقت مین جو انسان تہا وه دلبر
تو مل جائیگا آخر پہر کہین پر

سلیمان گر کبہی ہوتا مرا نام
تو البته پری ہوتی مری رام

غرض کرکے ہزارون ناله و آه
شه خسرو نے پہر ارمن کی لی راه

ہوئی شیرین جو چشمے سے روانه
کیا تہا ترک سب عیش زمانه

مدائن مین شیرین کا جانا اور خلوتسرای خسرو مین آرام پانا

مہر اک سے پوچہتی درگاه پرویز
ہوئی وه داخل ابن مین جلوریز

خبر آمد کی اوسکی سب نے پائی
تو استقبال کو ہر ایک آئی

بتون نے دیکہکر سیمای شیرین
چبائے رشک سے لبہای شیرین

کنیزون کیطرح حاضر تہین ہر دم
نسمجہین کچھ یه خسرو سے ہی کم

ہوا تشریف لانا یہان کدہر سے
کر اب واقف ہمین بہی اس خبر سے

کہا افسانه ہی یہه سخت دشوار
جو خسرو آئے تو اسکا ہو اظہار

ہوئی شکر شکن شیرین جو اسطور
تو مسند پر بٹہایا سب نے فی الفور

جہان تہی کلبه ہای شاه پرویز
وہان لیجاکے باندہا اسپ شبدیز

وه پہونچی جا اوسی خلوتسرا مین
جہان خسرو کی تہین صدہا خواتین

وه اوتری جہان آئین عروسی
خوشی سے کی ملاقات اون بتونکی

ولی خسرو نے دی تہی جو اجازت
مطابق اوسکی تہین مشغول خدمت

لگین پہر پوچہنے شیرین سے وه سب
که تیرا نام کیا ہی اے شکر لب

اوسے منظور تہا پنہان سب سے
کئی ہر اک طرح کی اوسنے حیلے

ولی اس سب کی کچھ حفاظت
بہت ہین گنج اس گہوڑے کی قیمت

تن گلگون کو آب گل سے دہویا
وه رنج راه اوسکی تن سے کہویا

پہنائی قیمتی پوشاک لاکر
جڑے تہے جسمین تہی یکسر لعل و گوہر

بامید وصال یار دلسوز
رہی آسوده وه ماه دل افروز

شیرین کا مکان سنگین مین رہنا اور رنج و غم سہنا

هوئی شیرین کو جب یہ حال ثابت — مفصل جب سنی ظاہر حقیقت
کیا نخچیر کا اوسنی بہانہ — ہوا ارمن کو وہ یہانسی روانہ
ہوا پیدا پہر اوسکی دلمین اک درد — لگی دلسی وہ آہین کہینچنی سرد
وہ روزانہ الم مین مبتلا تہی — ہر اک شب دلپہ گویا اک بلا تہی
شگفتہ یہان نہین ہی کوئی گلزار — مبادا صورت نرگس ہون بیمار
لگی کہنی یہ اوس سی ہر پری رو — کہ ای رشک مہ و خورشید رو تو
کہ آتی دلربا کوئی جو یہان پر — سمجہیو اوسکو تم جانسی فزوتر
کہا شیرین نی ہو کر شاد و خرم — کرو تعمیل حکم شاہ باہم
کہا ایسی جگہہ کوئی اگر ہو — ہوا دوزخ سی جسکی گرم تر ہو
دیا بعد اوسکی اتنا گنج و گوہر — حساب عقل سی جو تہا فزوتر
غرض تجویز کی اک جای دلگیر — جو ان کو جو کہ ہفتی مین کری تیر
کیا طیار اوسنی وہ مکان جب — تو پہونچا آئین شیرین کو وہان اب
جو دیکہی اوسنی اپنی گردش بخت — تو سمجہی دلمین وہ سنگ آسخت

کہ کچہہ رنجیدہ ہی شہزادہ کہی سی — گریزان ہو گیا خوف پدر سی
تو سمجہی تہا وہی پاکیزہ گردار — جو تہا چشمی پہ سیرا محو دیدار
وہ خانہ طوطی لگو قفس تہا — مثال زاغ ہر اک ہمنفس تہا
صبوری کر کی چندی ہو کی مجبور — لگی کہنی وہ سب سی غیرت حور
جو بس مین کچہہ رہی کا سر انجام — تو ہو گوہی دل کو میری آرام
گیا جب دم یہانسی شاہ خسرو — دیا تہا اسطرحسی حکم مجہکو
کہی جس جا بنا وینا مکان ایک — رہی خوشنود تا وہ دلبر نیک
پری پرور شک سی تہین جو کہ بیزار — بلایا سب نی ملکر ایک معمار
بنا اک قصر سنگین اوس جگہہ پر — جو کچہہ چاہی سو ہم سی طلب کر
ہوا معمار خوش دولت کو پا کر — بہت کی جستجو پہر اوسنی جا کر
وہان پہر قصر سنگین اک بنایا — کہ دوزخ نی بہی جس سی داغ کہایا
جو دیکہا جا کی اوس سنگین سرا کو — کیا اوس بت نی یاد اوس دم خدا کو
وہ عارض جو کہ تہی مثل گل ورد — ہوئی غمسی مثال زعفران زرد
بمجبوری لگی رہنی وہ دلدار — غم خسرو بنایا اپنا غمخوار

خسرو کا مدائن جانا اور مہین بانو کا استقبال کو آنا

چلا آگی جو اوس چشمی سی خسرو — ہر اک صورت سی سمجہاتا تہا دلکو
غم ہجران سی گو آشفتہ جان تہا — امید وصل سی گو شادمان تہا
اوسی بت کی جو پہر ہوئی ملاقات — تو سمجہون جذبہ دلکی کرامات
خوشی سی خدمت خسرو مین آئی — بہت نذر و تحائف ساتہہ لائی
ہوئین مطبوع خاطر وہ گل اندام — کیا خسرو نی روز چند آرام
مہین بانو بہی سنتی ہی یہ احوال — چلی بس خدمت خسرو مین الحال
غلامان و کنیزان پری رو — رکہی حاضر حضور شاہ خوشخو
یہ فرمایا کہ تیرا میہمان ہون — مبادا تیری خاطر پر گران ہون
دعا و مدح وہ لائی زبان پر — کہ ای شہزادہ فرخندہ اختر
غرض اک ہفتہ پہر خسرو کی آگی — تحائف اوسنی بہیجی ہر طرح کی
یہان برروح ہی شہر فرحت انداز — مہیا ہی یہان عشرت کا سب ساز
وہان تشریف لی جائی ہی جو اب — اب اوس جا بادہ پیمائی ہی جب
شہ خسرو ہوا با ساز و سامان — وہانسی جانب برروح شتابان

چلا جاتا تہا وہ منزل بمنزل — سموم عشق سی پژمردہ تہا دل
یہ کہتا تہا وہ اپنی دلسی ہر دم — اوٹہاتی عشقمین میری بہت غم
بلاد کوہ پر پہونچا وہ جسدم — چلی حاکم وہانکی سنگ باہم
زر و گوہر غلام و اسپ و دیبا — پری رویان گلچہر و دل آرا
گذر وہانسی کیا پہر سوی موقان — گیا موقانسی پہر وہ سوی خزران
ہزاران اشتر و شایستہ رہوار — زر و گوہر خزاین سی گرانبار
ادا کی خدمت شاہ زمانہ — کیا شہ نی بہی لطف خسروانہ
جو یہ لطف و کرم بانو نی پایا — تو اپنی سر کو سجدی مین جہکایا
ہمایون بخت اپنا جسنی پایا — کہ جیسا شاہزادہ گہر پہ آیا
ہوئی خدمت مین حاضر پہر وہ اکثر — لگی کہنی کہ ای پاکیزہ گوہر
نہایت گرم سیر اوس جا ہوا ہی — زمستان مین یہ جا عشرت فزا ہی
کہا خسرو نی ہو کر شاد و مسرور — کہ ہی خواہش یہ تیری مجہکو منظور
ہوئی خیمی ہر اک جانب مین برپا — ہوئی عشرت گزین ہر دم ہر اک جا

مہین بانو ہی خدمت مین شب و روز
بجان و دل ہا کرتی تہی دلسوز

اگرچہ شہ کو وہان عیش و طرب تہا
مگر شیرین کا غم ہر روز و شب تہا

بیان خسرو کی بزم پر نور کا اور حاضر ہونا شاپور کا

درخشان تہی جو اک شب غیرت روز
وہ خسرو تخت پر تہا جلوہ افروز

شب مے نے یہ تہا جلوہ دکہایا
شعاع خور کی جس سے داغ کہایا

بلند آواز تہا چنگ و چغانہ
لب مطرب پہ نغمہ تہا روانہ

مصاحب جو کہ تہے خسرو کی ممتاز
وہ تہے شعر و سخن سے نغمہ پرداز

پری وش ساقیان ماہ پیکر
حضور شاہ لائین بہر کی ساغر

وہ رقصان تہا جو خیل ماہرویان
خوشی سے سب مبارکباد گویان

کہ اتنے مین کسی خادم نے آکر
کہا یون عرض شہ سے جہکا کر

کہ شاہا در پہ حاضر ہی وہ شاپور
یہان آتی اگر ہو شہ کو منظور

سنی شاپور کی آمد جو شہ نے
لگی بس جوش دلسے اشک بہنی

بلا ہی جاودانی ہی یہ دلکو
اگر کوئی کسیکا منتظر ہو

یہ چاہا اوسکو لائے آپ جاکر
ہوا اور ادب شہی مانع وہان پر

مصاحب شہ کے جتنے تہے وہ آئے
بہت شاپور کو عزت سے لائے

حضور شہ وہ دانا جبکہ آیا
ادب سے سامنے سر کو جہکایا

نوازش سے کیا شہ نے سرافراز
کہ خسرو کا وہی تہا ایک ہمراز

بٹہا کر اوسکو پہر خسرو نے حالی
کیا خرگاہ کو غیروں سے خالی

لگا کہنے کہ کہہ اے میرے غمخوار
مفصل اب نوید حال دلدار

وہ پہلے تو دعا لایا زبان پہ
کہ سایہ ہو ترا دائم جہان پہ

جو گذرا تہا کہا احوال سارا
دکہانا کہینچکر شکلین سے پارہ

بنا کر شکل اپنی برہمن کی
جو کی تلقین تہی اوسنے گلبدن کی

طبیعت اوسکی کل شہ پہ آنا
شبستان تہی میں اوسکا جانا

کہا خسرو سے اوسنے جب یہ احوال
دل خسرو ہوا حیرت سے پامال

یقین جانا کہ بیشک تہی وہ دلبر
نہاتی تہی جو اوس چشمی کی اندر

لگا کہنے یہ دل سے کہینچ کر آہ
کہ الٹی کیا دکہائی چرخ نی راہ

نہ ہوتا گر وطن سی اپنی مین دور
تو ہوتا وصل سی شیرین کی مسرور

بہلا کیا صبر ہو عاشق کی دلکو
کہ گہر مین یار ہو اور وہ جدا ہو

نجا سکتا ہون وان خوف پدر سے
نہ رہ سکتا ہون شوق سے صبور

غرض سوچا کہ پہر شاپور جاکے
مداین سی یہان شیرین کو لاکی

خبر شیرین سے بانو کی پہونچنی اور شاپور کی روانگی

شہ خسرو جو اک غنچہ جوان تہا
جوان ایسا کہ یکتائے جہان تہا

پیا کرتا شراب ارغوانی
بسر شادی سے کرتا زندگانی

خدا نے دی وہی رنگین طبیعت
بپا وہ جشن کی رکہتا تہا صحبت

غرض چلتا تہا اکدن دور ساغر
مہین بانو ہوئی موجود آکر

ہوا پہر ہر طرح کا ذکر آغاز
لگا شہ پوچہنی شکر کی ممتاز

کہ سنتا ہون تبہی سی دخت داور
گئی یہانسے جو عزم صید کر کر

دکہائی سرکشی توسن نے اوسکی
اڑا وہ لیگیا اوسکو وہان سی

وطن سی تیرے اک قاصد ہی آیا
پتا اوسنے کہین شاید ہی پایا

رہونگا مین یہان چندی اور
تو ایسا پہر نکالو کوئی طور

روانہ کر کی کوئی پیک ہشیار
بلا دو سکا تری وہ دخت دلدار

خوشی سی تو پیا کر پہر گہڑی می
نہین مطلق کچہہ اندیشی کی جا ہی

مہین بانو کی یہہ قصہ کیا گوش
ہوئی فرط الم سے بس وہ بیہوش

کہا اسنے کہان ہی میری قسمت
جو پہر دیدار سی اوسکی ہو راحت

رہا کرتی ہون مین اس غم سی پامال
نہین معلوم کیا اوسکا ہی احوال

جو کوئی اوسکو پہر لا کر دکہائی
تن مردہ کو گویا پہر جلائی

دیا بوسہ یہ کہکی تخت شہ پر
دعا دینے لگی سر کو جہکا کر

کہ ہو ہر دم ترا اقبال یاور
رہی قائم ترا یہ تخت و افسر

رہونگی غم سی پہر ممنون تیری
ہوا آنا ترا قسمت سی میری

روانہ جب کی تہا قاصد کوئی شاہ
کرے مجہکو بہی اوسدم وہ سے آگاہ

کہ ہی یہان ایک گہوڑا نام گلگون
سواریکو مین اوسکی تہا جسکی وہ دن

اگر کچہہ ہی تو ہی اک بادپا ہی
کہ اوس شبدیز کا ہمتا کہان ہی

تو خسرو بھی وہی گہوڑا منگا کر
کیا شاپور کو رخصت بلا کر

چلا وہانسی وطن کو جا ہولا
مداین مین وہ پہنچا بعد یکماہ

شبستاں میں تو شیریں کو نہ پایا
غرض اوس قصر سنگیں میں وہ آیا

خوشی سی وہ در شیریں پہ آکر
ادب سی سامنی سر کو جھکا کر

لگا حیرت سی کہنی اوس سی شاپور
کہ یہہ احوال کہہ ای دایہ نور

سبب بیٹھنی کا کیا ہی اس مکاں میں
کہ ہی وہ غنچہ ہی گویا چمن میں

وہ ایسا دور جی مہماں کون آیا
مکاں جسنی یہاں تیرا بنایا

شبستاں چھوڑ کر ای غیرت حور
سکونت یہاں کی کیوں تجھکو منظور

سخن لائی زباں پر وہ شکست
کہ ای باد صبا آوردہ ست

لگی کہنی کہوں کیا حال دلگیر
کہ عاجز ہی زباں ہنگام تقریر

شبستاں میں میں پہونچی جبکہ جاکر
کنیزوں نی اوتارا مجھکو آکر

وہ ظاہر میں تو گویا مہرباں تھیں
ولی باطن میں مجھ سی بدگماں تھیں

مجھی دیکھا اونہوں نی پارسا جب
خلل سمجھیں وہ اپنی عیش میں سب

ہوئی صحبت نہ وہ مجھکو گوارا
جدائی کی سوا دیکھا نہ چارا

طلب تب سی کیا یعنی مکاں اور
پھر اون سب نی حسد سی یہ کیا غور

یہاں ہو آئی اس غم سی نکل کر
مجھی بھیجا اونہوں نی شاد ہو کر

میں اوس مسند نشیں بسر کرتی ہوں یہاں
کہ مسکن شیر ببر ہی ویں ہیں یہاں

اگرچہ یہاں ہوں تنہا رنج و غم ہوں
حسد سی اونکی پر آسودہ دم ہوں

ہوا شاپور یہہ سنتی ہی حیراں
لگا کہنی وہ عاقل ہو پشیماں

کہ مدت تک رنج و غم اب یہہ اور
ہوا یہہ اتفاق وقت سی طور

یہاں بھیجا ہی پھر خسرو نی تجھکو
چلوں لیکر میں اب تا ہو نہ تجھکو

وہ عاشق ہی جو ہی مشتاق دیدار
عبث تو ہی یہاں غم میں گرفتار

غرض گلگوں پہ کرکی اوسکو سوار
چلا لیکر کی وہ شاپور غمخوار

وہاں خسرو تھا ہر دم یہہ کہتا آہ
کہ اس منزل میں کب آئیگی وہ ماہ

کیا دور فلک نی اور ہی ڈھنگ
زمانی نی دکھایا اور ہی رنگ

ہرمز کی نابینائی اور خسرو کی بادشاہی

مخاطب جسسی خسرو تھا اکبار
کہ کب تک ہوگا تو میرا مددگار

تو قاصد ایک آ پہونچا ادہر
بہائی رنج سی سیل دیدۂ تر

ہوا خسرو کی آگی آکی حاضر
کیا یہہ حال پر غم اوسنی ظاہر

کہ شاہا دورۂ چرخ ستمگار
کسیکا ہی نہیں پیشہ غمخوار

وہ ہرمز کی جو تھی چشم پر انوار
ہوئی جور فلک سی تیرہ و تار

نظر آتی ہی صبح نا امیدی
سیاہی اوڑ گئی آئی سپیدی

ہوا غائب جو وہ یوسف سا محبوب
ہوئی تاریک ہوئی مثل یعقوب

کر اب تعجیل پہونچنی کی شتابی
وگرنہ سلطنت کی ہی خرابی

سوا اسکی جو تھی خسرو کی غمخوار
اونہوں نی بھی یہ لکھا تھا بتکرار

کہ بگڑا سلطنت کا یہاں کی سب کام
مناسب یاں نہیں تجھکو آرام

سنا جب سی کہ ہرمز ہو گیا کور
مخالف کر رہی ہیں ہر طرف زور

یہ بہتر ہی کہ یہاں جلدی پہونچکر
کری قبضہ تو اپنی سلطنت پر

سنا جس دم کہ خسرو نی یہ مضمون
ہوا فرط الم سی بس جگر خون

تو سوچا ہی یہ رسم جاودانہ
کہ قایم ہی نہیں یکسو زمانہ

یہی عادت ہی چرخ پر جفا کی
کری امید کیا کوئی وفا کی

کبھی تو چشم مردم کو دیتی نور
کری فرط الم سی کور بی نور

جوانی سی کبھی آدم ہی پر زور
کبھی پیری سی بیجا ہی وہ مجبور

وہی خوش دل ہی اس بستی میں پر
قناعت جو کری نان جوین پر

نہایت فکر و غم میں سر جھکا کی
سرشک چشم عارض پر بہا کی

ہوا یہہ سوچکر پھر سخت مجبور
کہ ہی ترک ریاست عقل سی دور

غرض سمجھا کی دلکو وہ جواں بخت
وطن میں جا کی بیٹھا بر سر تخت

لگا کرنی عدالت صبح اور شام
سخاوت سی کیا ہر ایک کو رام

نہ بیدردی تھی اندک بھی گوارا
ہوا فتنہ سی ایمن ملک سارا

وہ کرتا تھا جہانداری کی سب کار
مگر تھا مبتلای عشق دلدار

نظام ملک سی فارغ جو ہوتا
تو کرتا بزم نای نوش پیتا

گیا پیدا جگر میں عشق کی سوز
تو پوچھا حال دلبر اوسنی اک روز

رقیبان حرم نی یہہ سنایا
ہوئی مدت کہ یہاں شاپور آیا

وہ یہاں سی لیگیا اوس دلربا کو
خدا جانی کہاں پہونچا دیا ہو

اجازت گر نہیں شہ نی اوسی دی
تو کیوں کی اوسنی لیجا ہی جلدی کر

یہ سنکر شاہ کو اک حسرت آئی
کہ نیرنگی فلک نی کیا دکھائی

وہ آئی جب یہاں تب میں چلی واں — گئی جب وہ وہاں آیا میں تب یہاں
نشاں اوس کا رہا کا اک و شبدیز — ہوا پاکر کی خوشدل شاہ پرویز

شیریں کا گھر جانا اور مہین بانو کا آرام پانا

ہوا اوس گل کی گلشن گھر سپارا — مہین بانو نی جب دم اوسکو پایا
نہ پھولی پیرہن میں تھی سماتی — یہ کہتی تھی کہ بیداری ہے یا خواب
جو شیریں کے لئے سب تھے پریشاں — ہوئی بانو کو حاصل شادمانی
کہ تو ہی ملک کی مختار یکسر — بلائی حال رفتہ کچھ زباں پر
کہ ہی یہ سب طریق عشقبازی — نشان عشق خسرو میں بھی دیکھا
بجز پوشیدگی تھا کچھ نہ چارا — بہت تھی مہرباں شیریں کے اوپر
مہین بانو نی کی شیریں کی مبارک — بستر تا خوشدلی میں شب و روز

سرکشی کرنا بہرام فتنہ انگیز کا اور بھاگنا خسرو پرویز کا

پڑا ہی سامنا دشمن سی اکر — عجب کہتا ہی عادت چرخ دوار
کہ تھا اک شہر کا وہ کارفرما — اوسی سودا ہی تاج خسروی تھا
اوسی کیا احتیاج تیغ و شمشیر — ہوئی یہ بہت تہمت اوسکے نزدیک
تخلل ہو گیا چشم پدر میں — کیا بدنام اوس عالی گہر کو
پدرکش ہی نہیں شاہی کی قابل — سنا کرتا ہی وہ گانا بجانا
نہیں مصرف کچھ اک پدر میں — مناسب ہی کہ تم لو اس سی بہر
کہ ہو وہ بند اوسکی واسطی پند — لکھا بہرام نی یہ ہر طرف جب
چلا لشکر کو لیکر خرم و شاد — شہ خسرو نی دیکھا اپنا لشکر
جو تھی حکام حاکم اونکو پایا — کہا دل سی کہ برگشتہ ہوا تخت
سلامت جان لیجا ظفر ہی — غلام چند لیکر شاہ پرویز
کہ سر کی سامنی کمتر تھی یکسر — لیا بہرام نی تخت کیانی

موقان میں جانا خسرو شاہ کا اور ملنا معشوق دلخواہ کا

وصال یار سی جاکی مگر تخت — ہوا جب دم روانہ یہاں سی خسرو
کہ جس آب ہوا کا تھا طلبگار — غرض کہتا ہی اوسی سخنگو
تو دیکھا اوسی اک جانب ناگاہ — لی ساتھ اپنی اون سب گلرخوں کو
رہی تصویر ساں حیرتیں باہم — شراب عشق سی تو تھی مخمور
نہیں حیرت سی تاب گفتگو تھی — کمند عشق میں وہ ہو گئی قید

گیا شیریں کو لی اوس میں شاپور — تھا پایا شاہ کو وہاں سی بہت دور
اوسی جب پشت گلگوں سی اوتارا — تو دل فرط محبت سی بھر آیا
گلی سی تھی وہ اوس گل کو لگاتی — کہ اس گل سی مری بدلی ہی تپ آب
ہوئی جی شاد وہ نزدیکاں و خویشاں — کیا کرتی تھی اوسپر مہربانی
سپرد اوسکی کیا وہ تخت و افسر — کہ تا پہونچی نہ رنجش اسکی جاں پر
ولی تھی جانتی نیرنگ سازی — ہوا اسکی کنیزوں سی سنا تھا
کیا پوشیدہ وہ احوال سارا — کیا پہلی سی بھی رتبہ فزوں تر
وہی سب لعبتاں شوخ و طناز — رہیں یہ ہر گھڑی سب اسکی دلسوز
غرض راون مہوشوں میں وہ دلآرام — لگی عشرت سی رہنی صبح و شام
پلا اب ساقیا دو ایک ساغر — کبھی غمخوار ہی اور گاہ خونخوار
سپہدار ایک بہرام قوی تھا — لیا آخر کہ دانش میں قوی تھا
جسی حاصل ہی زور و رای تدبیر — کہ چشم شاہ کی خسرو کی تاریک
سنا یہ کہ ہجراں پسر میں — لکھا پوشیدہ بہر تاجور کو
کہ خسرو کو نہیں ہی عقل کامل — لٹاتا مطربوں کو ہی خزانا
بیا ہی عشق شیریں اوسکی سر میں — اسی باعہد کر سب ملکی گہر
بصد خواری کرونگا میں اسی بند — سراں ملک برگشتہ ہوئی سب
یہ کر تدبیر وہ گرگ کہن زاد — تو پایا آپ سی برگشتہ یکسر
طرفداروں میں سی بھی کوئی نہ آیا — گیا اب مفت سارا افسر و تخت
نہیں یاور اگر تیغ و سپر ہی — ہوا اوچھکر سوار پشت شبدیز
چلا وہ چھوڑ کر سب تخت و افسر — رہی واں اوسکی چندی حکمرانی
شراب صاف اے ساقی پلا دے — مری دلبر کو اب مجھسی ملا دے
گیا ہی ہاتھ سی گر افسر و تخت — تو آذربائیجان پہونچا وہ خوشخو
گیا وہاں سی سوئے موقان وہ سردار — کہ اک صحرا میں پہونچا شاہ خسرو
جو مشغول شکار اوس مقام ہوا شاہ — شکار افگن ہی وہ کافر جفاجو
جو دو چار آنکھیں ہوئیں دونوں کی جس دم — رہی دونو وہ اپنی خیل سی دور
محبت کی جو دونوں میں بو تھی — ہوا تھا ایک کا بس دوسرا صید

گہی ہاتہون سی اونکی ترکش تیر
وہ دونون تو ہو گئی آنکہین پہ تیر

نہ شیرین سی جدا ہوتا تہا پرویز
نہ گلگون سی گذر کرتا تہا شبدیز

طریق عشق کی دل نی دکہائی
نشان دونون نی باہم آ بتائی

جو آئی نام آپسمین زبان پر
لگی اک چوٹ سی دونونکی جان پر

جو تہی راہ سخن کو سخت دوری
تو کی دو چار باتو نپر صبوری

غلامان و کنیزک جو تہی ہمراہ
ہوئی حالت سی اونکی سب وہ آگاہ

کہا دونون نی ہین معشوق و شیدا
مہ و خور یا ہوئی یکجا ہین پیدا

کہا شیرین نی شہ سی اے خداوند
کہ اب ہی دل مرا یون آرزومند

بہت نزدیک یہانسی ہی یہ شہرآ
بنایا ہی مکان اک مینی دلخواہ

چلی گر شہ زراہ دلنوازی
تو حاصل مجہکو بہی ہو سرفرازی

کہا شہ نی جو مہمان تو نی جانا
تو سر کی بہل مجہی لازم ہی جانا

ہوئی مقبول شہ کو میہمانی
ہوئی شیرین کو حاصل شادمانی

کنیزک خدمت بانو مین بہیجی
خبر مہمانی شہ کی اوسی دی

ہوئی بانو جو اس حالت سی آگاہ
تو سب اسباب عشرت لیکی ہمراہ

گئی دونون جہان پر تہی وہ دلبر
زر و گوہر لٹاتی اونکی سر پر

اوتارا جا کی پہر ایسی مکان مین
کہ ثانی تہا نہین جسکا جہان مین

چمن تہی او سمین رشک باغ رضوان
ہوس کہتی تہی ہانکی حور و غلمان

مہین بانو زروی عذرخواہی
تحائف بہیجی بارسم شاہی

کیا پہر پیشکش اتنا خزانا
کہ مشکل تہا حساب اوسکا گنانا

رہا شہ کو بہت کا نکچہہ غم
مگر تہا عشق شیرین دلمین ہر دم

مہین بانو تہی دانای زمانا
جو عشق خسرو شیرین کو جانا

مہین بانو کا شیرین سی سوگند لینا اور نصیحت دینا

یہ تہا اندیشہ اوسکی دلمین ہر دم
خس و آتش رہین کس طور باہم

کہا شیرین سی سن ای ماہ کامل
کہ تو ہی نور چشم و قوت دل

سپہر دلبری کی ماہ ہی تو
تمنای دل ہر شاہ ہی تو

نہین گوہر ترا الماس دیدہ
نہ تیرا جسم ہی محنت کشیدہ

فلک کی کجروی سی بیخطر ہی
جہانکی نیک و بد سی بیخبر ہی

فلک کرتا ہی پیوستہ نیا دور
نہین ہرگز زمانی کا ہی اک طور

تری شادیکی اب ہی فکر دن رات
مقرر وقت پر لیکن ہی ہر بات

یہ شہزادہ ہوا تجہپر جو شیدا
ہوس تیری ہی اوسکی دلمین گرچہ پیدا

تو رکہہ خاطر مین میری یہہ نصیحت
مبادا ہو نہ آخر کو فضیحت

اگرچہ لاکہہ ہو وہ ناشکیبا
نہین لیکن تجہی یہہ بات زیبا

کہ اوسکی خلق مین ہو کر کی دلشاد
کری باغ جوانی مفت برباد

مبادا باغ تیرا کر کی تاراج
بنائی اور گل کو سر کا وہ تاج

زبانسی سبکی اب سنتی یہ ہین
کہ اسکی دس ہزار ایسی محل ہین

کہ ہر اک حسن مین ہی غیرت حور
شبستان جنکی طلعت سی ہی پر نور

ہوا او نہین کسیکا بہی نہ پابند
رہیگا تیرا کیونکر آرزومند

ہمارا اسکی عہد نیکنامی
ترا طالب ہی وہ در گرامی

نہین کچہہ ہمکو اوس سی کمتری ہی
کہ اقبال و حشم مین ہمسری ہی

کرین منظور ہم یہہ بات یکسر
جو سمجہی تجہکو مہ اور ونکو اختر

اوسی ثابت قدم جب تک نہ پانا
تو مردانہ صفت عفت بچانا

ہوئی برجا بت شیرین کی تب ہوش
ہوئی یہہ پند بانو گوہر گوش

رقیبان مداین کی جو تہی یاد
ہوئی مانکی نصیحت سی بہت شاد

تو ہفت اورنگ کی سوگند کہا کر
کتاب حق کو پہر آگی منگا کر

لگی کہنی رہون گر جانسی مفتون
روان ہی اشک سی بدلی اگر خون

کریگا عہد واثق گر نہ پرویز
کرون اس بات مین اوس سی پرہیز

سنی بانو نی جب شیرین کی سوگند
علاوہ اسکی پایا اوسکو خرسند

تو جانا پہر کہ اب یہہ ماہ پیکر
نہ پہیریگی نصیحت سی مری سر

اجازت دی کہ اب جا ہی جہان وہ
ملکزادی کی آگی شادمان وہ

نگہبانی کو پہر ہفتاد دختر
ہوئین شیرین کی خدمت مین مقرر

کہار کہنا نہ شیرین کو اکیلا
جہان جاوی تو ہان کہنا جہمیلا

سحر گہ ہوگی سب ہمراہ شیرین
فریب بربین گر پوشاک رنگین

بعزم صید سب ہوکر کی طیار
ہوئین مردانہ وش گہوڑون پہ اسوار

وہ سب جرات مین مثل شیر ادہ
ہنر مین تہین منیژہ سی زیادہ

ہوئین موجود بزم شہ مین اکثر
سجا طر اونکی خسرو ہو کی طیار
جو دیکھا شہ نی یہہ شوخ و بیباک
کہا شیرین سے سن ای ماہ تابان
ہوئین شیرین کی جانب سمن بو
وہ دونو گوی پر چوبیز دو تھی
ہوئی اس شغل سی فارغ وہ جس دم
وہ صید افگن ہی من بہر آرام
ہوئی سب گھر کی جانب کو روانہ
وہانسی کی وہی مید انکی تدبیر
نکی صحبت کوئی ایسی گوارا
ولی ملتا نہتا فرصت کا ہنگام
چلی مید انسی شیرین جسکہ اک دن
سحر سی کل جو تمکو بھی ہو منظور
کیا شیرین نے شہ سی وعدہ کل کا
یہ کہتا تھا کہ یارب کب سحر ہو
جو نکلا چرخ پر مہر درخشان
شراب حسن سی ہر ایک سرمست
ہوئی حاضر تمام ارباب عشرت
وہ نادر سبزہ فیروزہ گون تھا
شگفتہ چارسو گلہای لالا
جو دی سنبل نے اپنی زلف کو تاب
جو ہوتی سرو پہ قمری نوا ساز
جھکی پڑتی تھین شاخین بار گل سی
گری سبزی پہ تھی قطرات شبنم
یہہ وہ معشوق عاشق ناشکیبا
کبھی پیتی شراب سرخ رنگین

کیا مجرا ہر اک نے سر جھکا کر
ہوا اسوار منگوا کر کی رہوار

جانا خسرو شیرین کا جانب میدان اور شغل گوی چوگان

کر اب آغاز شغل گوی چوگان
طرف شہ کی غلامان پریرو
مہ و خورشید بھی اونکی گرو تھی
لگی پھر سیر میدان کرنی باہم
نمایان ہوگئی آخر کو پھر شام
گئی گھر کو وہ آشوب زمانہ
کیا میدان مین جا کر شغل نخچیر
جو ہوتا حرف مطلب کا اشارا
کہ کرتی تھی توقف وہ دلارام
کہا خسرو نے ای ماہ دل افروز
رہین ہم تم بھی عشرت سی مسرور

ذکر محفل شاہ نامدار کا اور بیان ارمن کی بہار کا

جو کل کا روز عشرت سی بسر ہو
کیا تب شاہ نے محفل کا سامان
ہر اک جانب کھڑی تھی بادہ در دست
عیان اون سبکی چہرہ پر تھی فر حسن
کہ گردون جسکی آگی سرنگون تھا
کہ جسکی رنگ کا عالم نرالا
ہوئی سب عنبرین مو دیکھ بیتاب
تو کرتی ہوش ہر عاشق کی برباد
گلا بلبل کا بہاری شوروغل سے
زمرد مین جڑی یاقوت تھی باہم
کہ تھی وہ جای گلشن اونکو زیبا
کبھی ہوتی تھی گلشن مین گلچین

ہوئی خسرو کو حیرت اون تو بے
ہوا خسرو سوی میدان وہ آ
ہوا جب گوی بازی کا اونہین میل
ہوئی آغاز وہ سجا گوی بازی
دوان تھی گوی پر جو ایک ہی ساتھ
کیا گھوڑونکو وہانسی گرد میدان
ہوا جب شیر مہر چرخ پنہان
سحر کہ سبکی سب وہ مہ تمثال
اسی صورت سی روز اونکے گیا
وہ شہ رہتا تھا فرصت کا طلبگار
چلی جاتی جو شیرین شام سی گھر
شکار و سیر مین گذری تہی اوقات
کہا شیرین نے شہ سی جب ہوئی شاد
رہی بس رات بھر اختر شماری
غلامان پریوش سب چالاک
ہوئی شیرین بھی آکر جلوہ افروز
سوا اسکی وہ میدان طرب خیز
زمین گلزار او جوش شقایق
بہا ہر سمت سرو جویباری
کسی جانب سی تھی آواز بلبل
ہزاران قمریان سرو بر جو
ہر اک جانب سی تھی آئی ہوا سیدہ
خزان بھولی تھی گرد سجا گذر
خرامان وہ روش تھی اوس جگہ مین
ہر اک گلشن مین پہرتے دست بر دست

کہ مردونکی طرح ہین طور انکی
گئین ہمرہ وہ آشوب زمانہ
ہنر مین پہلوانی کی ہین چالاک
جدا ہر سمت وہ دونو کی ہوتی خیل
لگی کرنی پریرو ترکتازی
کبھی خسرو کبھی شیرین کی تہا ہاتھ
جدا ہی صید دونونکی جولان
تو نکلا آہوی ماہ درخشان
پھر آئین خدمت خسرو مین سحر
بسر کی شوخ نی وہ صحبت شاہ
بر آئی تا کہ شیرین سی کوئی کام
بسر تلخی سی ہوتی شہ کی شب بھر
ملی عشرت نہ ہمکو ایک دن رات
وہی منظور ہی ہمکو ہر اک آن
رہا بیکل وہ ہر شب سی زیادہ
ہوئی دلکو نہایت بیقراری
ہوئی اونکو عنایت سرخ پوشاک
لئی ہمراہ گلرویان دلسوز
عجب کہتا تھا رنگ عشرت انگیز
شفق کا رنگ جس سی صاف ہوتی
قد خوبان کو جس سی شرمساری
کسی جانب سی آتی نکہت گل
قلندر کیطرح سے گرم کوکو
زبس بیباک و مست شوخ دیدہ
تو گلچین ہوکی دامن گل سی بھرتی
ہمیشہ دست شیرین تا بہ شہ مین
لب شیرو پر آی وہ بدمست

ہوئی آراستہ مجلس لب رود
لگی آنی صدائے بربط و رود

وہ شیریں پان جو شہ کی ہم نفس تھی
طبیعت شاہ کی اوس پر کشش تھی

لب شیریں کی شیرینی مگر تھی
کہ جس سے خشک لب بھی نیشکر تھی

جو دیتی کھول وہ زلف معنبر
وہ سارا دشت ہو جاتا معطر

کبھی گر چاہتی گیسو بنانا
دل صد چاک شہ بنتا تھا شانا

خراماں ناز سے ہوتی وہ خوشخو
تو فرش راہ تھی چشم خسرو

وہ شیریں بات کرتی شاہ سے جب
تو بوسی کی مہم میں جاتا تھا لب

محبت میں یکجا دونو باہم
بسر کرتی تھی شادی سے ہر اک دم

بااین قربت تھی شہ کو صبوری
کہ دیکھی منزل مقصد کو دوری

شجاعت شہزادہ دلیر کی اور کیفیت شکار شیر کی

کیا خسرو نے عزم صید اک روز
لئے ہمراہ محبوب دل افروز

ملی ایسا جسے محبوب دلخواہ
تماشا ہر جگہ اوسکو تھی ہر گاہ

عجب کچھ خرم و دلکش وہ جا تھی
نہ سوسن سے سوا کوئی گیا تھی

وہ دونو عاشق و معشوق طناز
لگی عشرت وہاں کرنی بصد ناز

لگی پینے شراب سرخ باہم
ہوائے شوق میں بیٹھی تھی خرم

کہ اک جانب سے آیا ناگہاں شیر
ہوا ہر ایک اپنی جان سے سیر

ہوا وہ حملہ آور اک جسد صم
ہوئی ہیبت سے ساری لگی بزم

بہت گھبرا گئے وہاں سب سپہ کے
طرف شہ کی وہ آیا جست کر کی

اگرچہ شاہ تھا مشغول مستی
ولی کی اوس نے کیا چالاک دستی

نہ ہرگز کچھ سلیح کا وہاں نشان تھا
کسی کی پاس یہ تیر و کمان تھا

وہ لیکن شہ نے بل سے اجل اک تیر
کہ کی راہ عدم کی اوس نے تدبیر

وہ شیر تند شہ کا تیر کھا کر
گرا جوں گرگ بیجان زمین پر

بحکم شاہ کاٹا اوسکے سر کو
خوشی حاصل ہوئی ہر اک بشر کو

جو دیکھا یہ طریقہ زور شہ کا
لیا شیریں نے بوسہ دست شہ کا

جو چوما دست شہ اوس شوخ نے
تو اوس مستی میں موقع پا کے شہ نے

لیا بوسہ لب شکر شکن کا
کہ شکر کا مزہ حق ہے دہن کا

یہ اول چاشنی شیریں کی پائی
گیا سب دل سے دنیا کی شہائی

اوسی لذت سے تھی حاصل ہنسی چندے
کہ رہتا تھا وہ ہر دم سرخ و زرد

نگہبانوں کی ڈر سے شہ تھا مجبور
مگر پایا کبھی اونکو جو کچھ دور

لب شیریں سے کرتا نوش دارو
کبھی پہلو سے کرتا گرم پہلو

کبھی پستان شیریں پر نظر تھی
نظر دزدی پر اوسکو اسقدر تھی

کہ جوں گلشن میں کوئی دزد جائے
بچا کر آنکھ اک پھول توڑ کھائے

وہ خسرو تھا تو بیشک شاہ پرزور
بنا تھا گنج شیریں کا مگر چور

کبھی ہوتا جو شہ مستی سے بیہوش
تو ہوتا اوس پہ بوسے ہم آغوش

کنارہ بوس سے رہتا فقط شاد
نکرتا حرف مطلب کو کبھی یاد

صفت شب مہتاب اور خسرو کا بیان اضطراب

جو نکلا ایک شب ماہ دل افروز
ہوئی شب روشنی میں غیرت روز

فروزان نور ماہ چاردہ شب
زمین جس سے عبیر افشاں ہوئی سب

بہر جانب یہ رنگ ماہ چھایا
بساط نور کو گویا بچھایا

بچھا تھا وہاں پہ فرش سنگ مرمر
سراسر چاندنی سے تھا منور

نکو نے فرش تھا اوس سے صفائی
وہی اک چاندنی اوس پر تھی کافی

نہ تاریکی کا اوس شب میں نشان تھا
اگر تھا زلف شیریں پر گمان تھا

زمرد گون جو تھی اوراق اشجار
ہوئی الماس کی پتی وہ یکبار

گمان روز کر مرغان گلشن
ہر اک جانب سے تھی آتی نوا زن

وہ ٹھنڈی سی معتدل باد عنبر
چلی آتی تھی ہر جانب سے وہاں پر

یہ تھی تاثیر چاند اوس شب کی
کہ جس سے ہر کا بہی اچھل اچھل

جو ہر جانب سے آتی نکہت گل
تو یاد آتا تھا اوس دم ساغر و مل

چلی اسطرح جب باد بہاری
ہنو عاشق کو کیونکر بیقراری

غرض شیریں و خسرو ہاتھ ہمراہ
جو تھے ذوق فراغت خور و ماہ

کہا شہ نے کہ اے ماہ دل آرا
وہ شیدا کسطرح ہووے شکیبا

میسر جسکو ایسی رات ہووے
مگر مطلب کبھی پھر ہاتھ نہ ہووے

محبت یار بروئے واہل نہا ہیں
کہ ظاہر میں یکجا پر جدا ہیں

نہیں قائم یہ کچھ حسن و جوانی
کسی کی ہے یہاں بقائے جاودانی

نہیں ہرگز چمن کو پائداری
نہیں ہر دم روان باد بہاری

منور سیہ جو شب ہی اسی شکر لب
نہیں ہوتی ہی روشن ایسی ہر شب

فلک پر آج ہی یہ ماہ کامل
زوال اب کل سی ہوگا اسکو حاصل

مناسب ہی کہ انسان وقت پاکی
تجھو کی اپنی دل کی مدعا سے

نکیون وہ تشنہ لب جاوی ارو کے
لب دریا جو پانی کوئی روکے

ہوئی باتو نسی شہ کی وہ پری صید
کیا پر دیو حرص آز کو قید

کہ دلمین اوسکی تہا سوزش کا پاس
وہ روکی تہی طبیعت کو بصد پاس

خراماں تہی اسی ناز و ادا مین
گئی دونوں وہ پہر عشرت سرا مین

ادہر شہ تخت پر تہا خرم و خوش
کہڑی آگی غلامان پری وش

اودہر وہ تخت پر معشوق طناز
بنین وہ سب پرستان اوسکی دمساز

رہین یون گرد شیرین سب وہ عیار
خزانی کی نگہبان جیسی ہون مار

وہ ساری رات عشرت سی بسر کی
نیاز و ناز سی آخر سحر کی

شگفتہ ہوگیا جب دم گل خور
چلا ہر ایک مہرو وہانسی اوٹھکر

گئی غنچہ دہن وہانسی جو پہر پہر
گذارا اسکی سی شہ نی دن بہر

اوٹھایا خور نی جب دم فرش انور
بچھایا چاندنی کا مہ نی بستر

تبان ماہ پیکر با صد آئین
بناز و غمزہ پیش شاہ آئین

ہوا پہر شغل می اون مین آغاز
جلو ریز اونمین شیرین تہی بصد ناز

دل شہ عشق سی تہا بسکہ پر جوش
خیال وصل مین کرتا تہا مے نوش

ہوا مسرور جب می کی اثر سی
تو دیکہا بت کو اک میٹہی نظر سی

کنایہ سی کہا جو مطلب دل
اشارہ سی جواب اوسکا تہا حاصل

ہوئین پر نور کی ہمگفتار آنکہین
وکیل و زوج کی تہین وہ چار آنکہین

حلاوت نا جو باتین تہین بہ از قند
رہی دونوں کی لب باہم دگر بند

رہی عشرت گزین باہم وہ دو یار
بہت راتین اسیصورت ستی بیدار

حرارت عشق کی ہوتی اونہین جب
تو نوشیدہ وہ پیتی شربت لب

کبہی مائل وہ چنگ و رود پر تہی
خراماں گہ لب شہر و دیر تہی

نہ ہر گز وقت فرصت پاتہ آیا
نہ ہر گز گوہر مقصد کو پایا

وہ شہ ماہی صفت تہا تہا مضطر
کہ آوی جال مین وہ ماہ کیونکر

اسیصورت بعیش و کامرانی
بسر کرتی وہ ایام جوانی

خسرو کا سوال بخواہش وصال

پلا ساقی می نوشین کا اک جام
کہ دل ہی اب بسر طالب کا کام

کہان ہوتی ہی یہ صحبت میسر
جو ہم پہلو ہو ہر دم اپنا دلبر

ہوئی مہتاب سی اک شب جو پر نور
تجلی سی شجر تہی شجرہ طور

پیاپی سب کی تہی می نوش
ہر اک کی سر مین تہا خواب کا جوش

نگہبانین جو تہین شیرین کی ہمراہ
وہ اوس شب خوب تہین جب خواب دلخواہ

جو پائی اوسکی ہی خسرو نی یہہ گہات
تو شیرین کی گلی مین ڈالکر ہات

کہا لیکر کی بوسہ ای مری جان
اوٹہاؤن کب تلک مین درد ہجران

جو ہاتہہ آیا ہی وقت عشرت انگیز
نہین معلوم کیون تجہکو ہی پرہیز

پلادی گر زلال کامرانی
تو حاصل ہو دوبارہ زندگانی

اگر ہی وصل تیرا آب کوثر
تو کر مجہہ تشنہ فرقت کی لب تر

نئی یہہ رسم مہمانی ادا ہی
کہ خوان آگی ہی بہوکہا مرتا ہی

تساہل مین تجہی گذری بہت دن
کسیصورت نہین ہی صبر ممکن

میسر وقت ہی بی دخل اغیار
نہین لازم تجہی اسوقت انکار

موافق ہو وہی جب تجہسا دلارام
تعجب ہی جو عاشق کا نہ ہو کام

تجہی مدت سی میری جستجو تہی
مجہی تیری تلاش ایسا ہی ہر سو تہی

اوٹھا کر رنج و غم دونا شکیبا
ہوئی بخت ہمایون سی جو یکجا

اگر حاصل نہ پہر بہی کام دل ہو
میسر کسطرح آرام دل ہو

نہ تنہائی میسر ہوگی ہر دم
نکر ای جان یہ وقت عیش برہم

تری پاپوش پہ ای بت ہی مرا سر
نکچہ پہر خدا اب سرکشی کر

یہ کہکر ہاتہہ پکڑا اوس پریکا
پری نی پر کیا اوس شہ سی حیلا

بہت شیرین نی بہی کر کی تشکر
دیا پاسخ بہ از شیرینی قند

شیرین کی عذر خواہی اور عصمت پناہی

کہ ای سلطان اقلیم عزیزی
زلیخا کرتی ہی تیری کنیزی

سپہر حسن کا تو مہر انور
مین اک ذرہ سی بہی ناچیز و کمتر

مین اک قطرہ تو اک عمان ذخار
بہلا دریا کو کیا قطرہ ہی درکار

شہنشہ کی کنیزین مجہسی دہ چند
کہ رخسار اونکی رشک گل لب قند

جمال و خوبروئی اور نہ پیں ہی / ہماری خواستگاری کیون ہوئی ہی
جو کی تحصیل مقصد مین شتابی / تو ہو گی واسطی میری خرابی
نہین بھایا ہی ایسی بات شہ کو / جو نزدیک طریقت نا روا ہو
ادھر خسرو ہوا بی صبر و شیدا / ادھر سی اک نیا حیلہ تھا پیدا

رہی تا ہین ہین گر الفت پاک / اور اسکا نہین کوئی بھی خالق
نہین اس بات مین عجلت ہی کا / کہ کہتی ہو نہین اسمین چند اسرار
خدا کا دلمین شہ کو خوف ہی ہی / بھلا گذری ایسی فرقت مین دن کی
جو دیکھی شہ کی اوسنی گرمجوشی / تو بس کرنی لگی وہ چشم پوشی

نیا غمزہ دکھاتی تھی وہ ہر دم / کبھی ہنستی کبھی ہوتی تھی برہم

دوبارہ سوال شاہ نامدار با کمال انکسار

جو دیکھی شہ نی اوسکی حیلہ جوئی / ادھر نرمی ادھر کی سخت روئی
لگا کہنی کہ سن ای ماہ تابان / بہت بندی ہوئی ہین تیری سلطان
پیی گر شوق سی می کی دو اک جام / خوشی سی پھر نکالی تو مرا کام
پھنسایا دام مین گر مرغ دانا / تو لیون دیتی نہین ہی آب و دانا
رہون خاموش مثل شمع کب تک / کہ دود دل مرا پہونچا ہی لب تک
رہی گردن پہ تیری خون میرا / نچھوڑی حشر تک دامن وہ تیرا
میسر گرچہ ہین صد ہا پریرو / کوئی بھاتی نہین دلکو مگر تو
نہین فرقت سی تاب اب مین جان ہی / خدا جانی کہ کیون تو بدگمان ہی
نیاز عاشقی سارا ہی بیکار / ہو معشوق جب عاشق کا غمخوار
میسر آج یہ صحبت ہی ہمکو / خدا جانی کہ کل ہو یا نہ ہو پھر

یہ جانا کیا نگہبانو نکی تقصیر / کہ خود وہ بھی ہین یہ بت کرتی تھی تاخیر
نہین یہ طرز رمی نوشی ہی خوشتر / کہ ہو نہین مست و تو ہشیار یکسر
کسی نی اہرکو دی پند طریقت / نہین ہی عشق پابند طریقت
شرار ہجر سی ہی جان لب پر / شراب وصل سی کر لب می تر
جو پروانہ صفت ہی دو نگاہین بجان / تو پھر تو شمع سان ہووی گی گریان
کری گر قتل مجھکو ہی سزاوار / غضب اسوقت پر تیرا ہی انکار
جو ہوتا بو مرا تجھکو دکھاتون / کہ تیری عشق مین دل ہو گیا خون
اگر ہی رنج ہجر آب گل عشق / مگر ہی وصل جانان حاصل عشق
وطن سی دور یہان ہتا ہون مغموم / نہین لازم کری مجھکو تو محروم
نکر پھر خدا اب کچھ بھی تاخیر / کہ ہی عاشق ترا اسِ درد دلگیر

لگی کہنی شکرلب ای جہاندار / نہین لازم ہی تجھکو ایسی تکرار

شیرین کا انکار بصد حیلہ و تکرار

پسند حق ہوا ہی عشق صادق / خلاف اوسکی کری جو ہی وہ فاسق
تعشق مین تمع ہی مجھکو بھی کا کاش / نہین دلکو کچھ لذت کی خواہش
نہ شایان سلاطین رسم بد ہی / عبث اس بات مین اب شہ کو کد ہی
کبھی ہووی جو مجھسی ایسا بد کام / تو خاص و عام مین ہو جاون بدنام
حصول کام سی تو ہو گی دلشاد / ہماری آبرو ہو مفت برباد
کنار و بوس کی لذت سراسر / بجز بی مجھسی ہی تجھکو میسر
کری انسی تو اپنی دلکو مسرور / مگر اس بات سی کہہ مجھکو معذور
مناسب ہی یہ تجھکو روز کی چند / کہ کہاتی عارض و لب کا تو گلقند

نہ پہیلا ہر گہری دست تطاول / نکریان حرام اب تو تنا ول
محبت ہو گی کیا ثابت اسی مین / یہ بدرسمی نہین بہان ہر کسی مین
جو برگشتہ ہون رسم خاندان سی / اوٹھا تون پھر عقوبت کا کہہ جان سی
جو ہو ناموس کی بی انتظامی / بزرگون کی ہو ضائع نیکنامی
بچایا ہی جو مینی شیشہ ننگ / نہین لازم کہ ماری اوسپہ تو سنگ
علاوہ اسکی گر دلمین ہوس ہی / تو یہ پیوند کا جلسہ ہمنفس ہی
تپ فرقت سی گر سینہ ہی سوزان / عبث ہوتا ہی پھر حلوی کا خواہان
رہی صابر اگر چندی تو اسپر / تو پھر ہو وصل کا حلوا میسر

نہین تو اب کسی مطلب مین جستی / جو دیر آئی اوسکی ہی درستی

سہ بارہ سوال شاہ بحال مستی از راہ بیدردی

کہا خسرو نی یہ بہت ہی ہی خام / نہین سمجھی کسی تدبیر سی رام
تمہی عشوی سی ہو نہین نیم بسمل / نہین قایم ہی سینی مین مرا دل

لگا کہنی کہ سن ای ماہ تابان / رہی دائم ترا اللہ نگہبان
ہر سجان دور کر آزردگی کو / مٹا عاشق کی اب افسردگی کو

امید وصل میں آیا میں یہاں تک
مگر تجھسے نہ ہرگز یہہ گماں تھا
کیا تھا عشق ہی نے زار و خستہ
کیا تو نے ہی آخر دل شکستہ
مجھے ہے درد ہجراں کی شکایت
عبث ہے عشق صادق کی ہدایت
جہاں کچھہ عشق کا ہوتا گذر ہے
وہاں کیا خوف و آئین نظر ہے
ملامت کا نہ کچھہ عاشق کو ہے ڈر
سمجھتا ہے وہ بدنامی نکوتر
کرے عاشق جو کچھہ بھی خوف ناموس
یقیں ہے صاف ہو مقصد سے مایوس
کوئی خواہش جو رکھتا ہو شکر کی
وہ صابر کب ہو صورت سے شجر کی
جو مستسقی کی ہووے جان لب پر
کرے پرہیز پانی سے وہ کیونکر
ہزاراں ماہرویاں سیمبر
یہ ظاہر ہے کہ ہیں مجھکو میسر
تری الفت میں اپنی سلطنت کو
رہا ہوں چھوڑ کر بندہ ترا ہو
مگر اے بت نہیں کچھہ رحم تجھکو
چھڑائے درد ہجر اپنے جو مجھکو
رواں گردن پہ ہوں کر لا کہ خنجر
نہیں ممکن کہ پھیروں تجھسے میں سر
یہ کہکر جذبۂ دل سے ہو مضطر
کیا اوس بت کو اوس نے تنگ در بر
کرے آہو پہ حملہ جسطرح شیر
بزور اوسکو کیا چاہے تھا وہ زیر
بت شیریں نے لیکن اوس کو طور
سمجھایا آپ کو اوس سے بہ طور

شیریں کا جواب ازراہ عتاب

یہ مستی دیکھکر پھر تو وہ دلبر
لگی یوں کہنے بس آشفتہ ہو کر
کہ سن اے خسرو مست بادہ
عبث کرتا ہے کد حد سے زیادہ
نہیں لائق تھی تجھکو ایسی تکرار
ہوئی گستاخ آخر یہہ ستمگار
زبردستی و شہ زوری سے باز آ
سمجھ ملکہ بیٹھہ میرا مونہہ نہ کہلوا
نہ دے ہاتھوں سے مطلق رسم ایماں
نہ رہ دن رات اس لذت کا خواہاں
جو کوئی صاحب تاج و علم ہو
نہیں زنہار یہہ لازم ہے اوسکو
کہ اوسکا دل کسی دلبر پہ آئے
تو اپنا تخت و افسر بھول جائے
نہ ہوتا عشق میں غافل جو یوں تو
تو کیوں ترکی دکھاتا ایک ہندو
پدر کی مملکت آئی ترے ہات
پڑی اوروں کے ہاتھوں میں وہ ہیہات
عدو کا گھر پہ تیرے دسترس ہے
تو یہاں غفلت میں پابند ہوس ہے
دیا حق نے تجھے بھی زور بازو
تو کیوں پھر ملک پر کرتا ہے قابو
عبث یہہ حملہ شیریں پہ ہے تجھپر
کہ خود عاشق ہو تیغ جانستاں تجھپر
جو پہلے بخت و دولت آزما تو
سمجھہ ہر دم تو اپنا کچھہ قابو
ملیگی سلطنت گر تیری تجھکو
نہیں ممکن کہ پھر پائے نہ تجھکو
نہیں اس بات میں بہتر ہے گرمی
کہ جب ہے ہر اک سختی کو نرمی
رہے گر سر ترا اسنود سے معمور
مبادا تو رہے شاہی سے پھر دور
بتاتی ہوں طریق خیر خواہی
تجھے حاصل ہو جس میں تیری شاہی
جو ہوگا کچھہ تو میں بھی کر رہونگی
نہیں تو یہاں تو عاشق ہی رہونگی
سنی یہہ گفتگو خسرو نے جس دم
ہوا بس آتش غیرت سے برہم

خسرو کا روم میں جانا اور دختر قیصر کو نکاح میں لانا

ہوئی گفتار شیریں اوسکو نشتر
نمک سے بھی زیادہ زخم دلپر
منگا کر اوسکو گھر سے وہ شبدیز
اوٹھا یہہ کہکے وہاں سے شاہ پرویز
کہ اے شیریں بت معشوق دلکش
خدا رکھے ہمیشہ تجھکو دلخوش
سمجھہ اتنا نہ غافل مجھکو زنہار
نہیں کچھہ دفع دشمن کا ہے دشوار
تری صحبت کو سمجھا تھا میں مشکل
رہا ہر دم اسی میں بس مرا دل
دیا حق نے وگرنہ ایسا اقبال
سمجھتا ہوں بد اندیشوں کو کیا مال
کروں صید انہیں گھوڑے کو جولاں
زمیں پر گر پڑیں گردن گرداں
کروں گر میں علم تیغ دو دم کو
تو بھیجوں جان عدو راہی عدم کو
مگر یہہ ہمت مردانہ میری
رہے اے شمع رو پروانہ تیری
دلائی اب مرے اقلیم تو نے
جو کی مردانگی تعلیم تو نے
کروں اب جا کے میں دشمن سے پیکار
نہ بھولونگا نصیحت تیری زنہار
تری الفت نے آوارہ کیا تھا
مجھے مجبور و بیچارہ کیا تھا
اور اب منظور ہے تجھکو جدائی
رہوں کیونکر کہ اب رخصت ہے پائی
ہوا بعد اوسکے گھوڑے پہ سوار
نہ دیکھا اوسنے پیچھے پھر کے زنہار
چلا شیریں سے وہ دلخستہ ہو کر
لیا بس روم کا رستہ سبکسر
نکو تھا خوف بدرایاں ہر گام
نہ لیتا تھا کہیں اک دم بھی آرام
یہ شاہ روم نے پائی خبر جب
کہ آیا خسرو پرویز ادھر اب
منگا کر اوسنے دیکھی اوسکے گھر فال
ہوا اوس فال سے معلوم یہہ حال

کہ اوسکا بخت و دولت ہمزبان ہی
خلاف اوسکی کریگا تو زبون ہی

سپہ دار اوسکی کیا گنجینۂ زر
اور اک دیا ہی جنت پاک گوہر

رہا صحبت مین خسرو اوسکی شاداں
ہوا قیصر سی پہر لشکر کا خواہان

زر و گوہر خزانی کی بہی انبار
تحائف ہر طرح کی کرکی طیار

جو پہر دیکہا جمال حسن خسرو
خوشی حاصل ہوئی قیصر کی لکہو

کہ مریم نام رکہتی تہی پریزاد
جبین تہی شاک مہ قد شاخ شمشاد

کیا ہمراہ قیصر نی وہ لشکر
گرانی تہی زمین کو جس سی یکسر

کیا خسرو کو پہر با صد محبت
دعائی خیر کرکی اوسی رخصت

چلا خسرو وہانسی ہو کی خوشحال
لگا تائید کرنی بخت و اقبال

خسرو کا بہرام کو شکست دینا اور ملک چہین لینا

ہوا ایلغار لشکر کا ہمایون
کیا بہرام پر جا کر شبخون

مگر اقبال جس سی مونہہ چرائی
دلیری اوسکی پہر کیا کام آئی

جوان ثابت قدم جو صف بکف تہی
بہر سو ایستادہ صف بصف تہی

مثال سد تہا شہ کا جوانان
بسان برق تہی ہر تیغ لمعان

پڑی ہر جا پر سو گلگون کفن تہی
شگفتہ لالہ و گل کی چمن تہی

بجای گل تو گلہای سپر تہی
وہان پر چمکی پہل تازہ تر تہی

بپاپی توپ کی چلتی تہی گولی
کہ پڑتی کشت ہستی پر تہی اولی

ہر اک شمشیر تہی ماہی خود کام
ہی ہر اک رد اوسکی لی دوام

سر اوپر سپہ پہر سو دوان تہا
روانہ خنجر اوسکا برق سان تہا

اوسی تہی جستجو ہی ساعت نیک
تو سانپ کا تہا اوسکی لگی ایک

اگر سوقت حملہ کر تو یکبار
خدا کا فضل ہو تیرا مددگار

جو مارا جائی اک کہ زر کر انبار
گرا تہی ہی وہ دشمن نگونسار

ہوا یوم اجل سر پہ نوازن
چلا برق بد اقبالی خرمن

جگر تفتہ ہوا دن شومیون کا
ہوا فیروز طالع رومیون کا

نہ دیکہی رزمگہ مین کامیابی
تو بہاگا چین کو باصد خرابی

سرائی حاصل حرص و ہوس ہی
ہوس بد ہی ہی گفتار بس ہی

چلا لشکر وہ بہرام جہانگیر
برنگ شیر پہر خونی نخچیر

ہوئی دو لشکرونکی جب چپقلش
تو صدمی سی زمین جگر مین آئی

مبارز کی اونہین تہی تیغ اسکا کام
وہ رزم اونکو تہی اک فصل بہار

ترشح کی جگہہ تہی بارش تیر
روان تہا آب خنجر زخم شمشیر

نشان نیزہ ہا و تیر باران
بہم تہی صورت شاخ درختان

صدائی ہی تیر کی بہی اک جا
نوای بلبل گلشن تہی گویا

بہت ہان خونکی چشمی ہی ان تہی
حباب آسا ہزارون عیان تہی

شراب خشم سی خسرو تہا سرمست
سواری پیل مست و نیزہ در دست

بزرگ امید بہی خسرو کی تہا سات
کہ صحرا لالہ فرح اوسکی تہا ہاتہ

لگا کہنی کہ ای سرتاج شاہان
جو ہی فتح و ظفر کا ہی خواہان

یہ سبقت ہی خدا کا نام لیکر
وہ خسرو جا پڑا دشمن کی اوپر

خزانہ دیدہ ہوا اگلا ابہرام
ہوا لشکر ہوا آسا سبک گام

اجل کی باد صرصر تہی سبک گام
گری جس سی ہزارون نخل اجسام

برنگ شاخ فصل سر گریزان
ہوا بہرام بہیا مان گریزان

مدد سی نیک بخت ہر گز نکچہہ کام
بدی سی آدمی کا بد ہی انجام

ہوا خسرو سی برگشتہ جو بہرام
تو آخر یون ہوا اوسکا بد انجام

پلا ساقی مئ گلگون کا ساغر
موافق اب ہوئی دولت بیکسر

جلوس خسرو نامدار کا اور عجز حال گمان بدکردار کا

ہوا بہرام پر خسرو جو فیروز
دل محنت زدہ تہا غم سی اندوز

بنا بلکہ ہوا شاہی کا سبک گام
میان شرق و غرب اسکا ہوا نام

جہرکا سی طوق بدنامی سی سر کو
کئی خم بار غیرت سی کمر کو

لگی بجنی وہ نادم شادیانی
لگی صدا آفرین کی بانگ آنی

نہا شہ کو غم شیرین فراموش
مگر چپکا تہی لب بیتاب تہا خاموش

موافق حسب بخت ہمایون
ہوا او زینت تخت ہمایون

ہوئی حاضر سران ملک یکسر
کہ پہیرا تہا جنہوں نی شاہ سی سر

مگر شہ نی خصومت کچہہ نہ مانی
عطا کی اور اونکو ملک اپنی

ہوئی حاصل بعیش و کامرانی
رعیت کو دوبارہ زندگانی

نکرتا تہا کبہی ظاہر وہ کچہہ غم
رہا مصروف دلداری مریم

وہ نسل عیسوی سے رشک مے تھی
نلیتا تھا اگرچہ نام شیرین
کبھی ولسی پہ اوسکی گفتگو تھی
نشان عیش ہی شاہی کا انجام
بزرگون کی مگر یہہ بادشاہی
دوم ہی خوف نفرین خلایق
کسی دن ہو میسر مرہم وصل
بظاہر شاد تھا وہ رشک شمشاد
کہان لیتا تھی راحت سان ہی
دکھایا اسنی پہر شیرین کی لکو
غم دوری سی پہونچا دلکو آزار
بجا ہی می تھا خون دل کا پینا
کہا گھر بیٹھی یہہ دولت لگی ہات
غم دوری کا اب چارہ نہین ہی
اوٹھی دیا سی وہ آخر دلشکستہ
جو پایا یا مان فی اوسکو غم مین پابند
گذر جائینگی جب ایام ہجران
نہ رسم عاشقی ہاتھوں سی دیگا
اوٹھایا دل پہ اپنی درد دوری
مہین بانو کو پیری نی ستایا
کہا اسی باعث تقویت دل
مبارک ہو تجھی اب تخت شاہی
نہین رملک جہانکو پایداری
کبھی ہی رنج و غم سی اضطرابی
اگر مقصد کا نیک انجام ہوگا
ہوئی کچھہ دن کی بعد آخر وہ بیمار
یہ لکھا ہی وہ راوی خردمند

بڑی حسرت کی اوس سے پاگئی تھی
مگر تھی تشنگی جام شیرین
کہ اوسی دیوانہ یہہ کیا آرزو تھی
پریشانی ہوئی رسی عشق مین نام
بہت کچھہ کشت خوشی ہاتھہ آئی
کرون حاصل مین تحسین خلایق
نہ زخم ہجر اچھا ہو وہ وصل

شیرین کی زاری اور ہجر خسرو مین بیقراری

غم ہجر اسنی از بس دل نہیجان ہی
چھوڑایا اوس سے قرب شاہ خسرو
شب و روش تھی آنکھون مین شب تاب
سدا کرتی تھی نالی مثل مینا
نسمجھی قدر اوسکی ہی ہیہات
صبوری کی سوا چارہ نہین ہی
گئی خدمت مین بانو کی نشستہ
تو مہربان در بی سی ہی اوسکی
تو ہوگی وصل سی خسرو کی شاداب
محبت ہی تو پہر سی آملیگا

مہین بانو کا مرنا اور شیرین کو وصیت کرنا

تو جانا وقت اب نزدیک آیا
ترا ہو فضل حق پیوستہ شامل
نہ لانا عشق سی دل وسپر شاہی
گذر جاتی ہی اکدن شہر یاری
کبھی عیش و طرب سی کامیابی
تو معشوق تو نہین تیرا نام ہوگا
ہوئی جانبر اجل سی پہر نہ زنہار

بظاہر گرچہ مصروف طرب تھا
کبھی مریم سی وہ لذت اوٹھاتا
جو عشرت چاہی حاصل شاہی
ہوا ہی تو عبث زلفو کا خواہان
جو ہی پیرن دولت اقبال سی سیر
اگر دلدار کا خواہان ہی اے دل
اسی صورت سی سمجھاتا تھا دلکو
عجب کچھہ عشق کا ہی کارخانہ
نہین خسرو گیا رنجیدہ ہوکر
خورش کی جا تو اک غمخوار گی تھی
وہ فریاد گریہ سی شور جو دیدہ
انگرتی مین جو اوس سے ایستی کرا
کبھی چاہی تھی پہر اپنی سکی جا
رخ روشن سی غم تھا آشکارا
کہ اہی آرام جان نور دیدہ
وہ کب ہی عشق مین تیری شکیبا
مہین بانو کی سمجھانی سی کیا کام
بت شیرین کو پاس اپنی بلاکر
نہین اس سلطنت سی مجھکو کچھہ کام
نہ دینا ہاتھہ سی رسم عدالت
نہ دہ تو محنت ہجر انسی بر غم
صبوری سی جو کوئی موتہہ جیرائی
لگی سی اپنی شیرین کو لگائی
کسیکو سی نہین ہر گز بقا ہی

بباطن وہ ہی رنج و تعب تھا
کبھی شیرین کی غم مین پیچ کہاتا
تعشق مین سراسر ہی تباہی
نہین ممکن کہ ہوون دو چیز یکسان
پسند حق بہلا ہو دیکھا گیونکر
تو تیغ ہجر سی رہ نیم بسمل
رہا مصروف شاہی شاہ خسرو
دلی باطن مین تہا شادی سی آزرد
کہ یہہ بھی اپنی فن کا ہی یگانہ
گیا اوسکا تھا گویا صبر یکسر
اوسی سی ہر گھڑی آوارگی تھی
رمیدہ شکل آہوی رمیدہ
تب فرقت سی کیونکر تی مین بیمار
دلی یہہ بھی مناسب تھہر جانا
کہا خسرو کا اوسنی حال سارا
عبث ہی درد دل سی غمرسیدہ
تلاش اوسکی نہین تجھکو ہی زیبا
رہی چندی شکیبا وہ دلارام
صبوری کو وہ پہر سمجھی ضروری
حوالہ کنجیان کین سب ملکی
کہ پیری غم کا لبریز ہی جام
نہ چلنا بھولکر راہ ضلالت
کہ ہین دنیا مین رنج و عیش باہم
نہین ممکن کہ ہر مقصد کو پائی
وہ سمجھاتی رہی آنسو بہائی
کہ باقی اک وہی نام خدا ہی
مہین بانو کی جب آنکھین ہوئین بند

شیرین کا جدائی سی گھبرانا اور مدائن مین آنا

تو پھر وہ سلطنت شیرین نے پائی
لگی کرنے وہ بت کشور خدائی

رعیت کو عدالت سے کیا شاد
نئی اک گھنی شہر اوسنے آباد

یہ کی داد و دہش اوسنے شب و روز
کہ تھی مظلوم و بیکس راحت اندوز

ندی ہاتھوں سے رسم و دین شاہی
ہوا عالم میں اوسکا نام شاہی

رہی مصروف شاہی تا بیک سال
وہ دلبر تخت پر با جاہ و اقبال

ولیکن عشق کب تک تھا صابر
دل عشاق پر رہتا ہی جابر

غرض پھر سر پہ آیا عشق نے جوش
کرے کب تک کہ یہ آتش کو خاموش

اگرچہ دولت شاہی تھی حاصل
ولی ہرگز نہ تھی اوسپر وہ مائل

نہ خسرو کی جدا اوس گل کو خبر تھی
تو پھر وہ مثل شبنم دیدہ تر تھی

سنا جسدم کہ وہ شاہ جوانبخت
ہوا رونق فزای افسر و تخت

ہوئی مسرور اوسکی جان غمناک
بجا لائی وہ شکر ایزد پاک

ولی مریم سے وہ بت تنگدل تھی
کہ مریم سے حسد مین سنگدل تھی

یہ اوسکی دل کو اک تازہ ہوا درد
لگی حسرت سے آہیں کھینچنے سرد

ہزارون صدمۂ غم دلپہ سہتی
کبھی پھر یون دل غمگین سے کہتی

کہ اب تک سلطنت مین تھی مین ہشیار
نہیں پہونچا کسیکو مجھسے آزار

کیا اب عشق نے دلکو مرے رام
مبادا کار شاہی مین ہون ناکام

یہ بہتر ہے بلاؤن اب نام شاہی
سو شہنشہ ہو گئی ہی کام شاہی

کیا تجویز اک سردار عالی
کیا اوس سلطنت کا اوسکو والی

ہوئی پھر چند بہ دل سے جو مضطر
طلب کر اپنے گلگون سبکپر

بہلی نہ ہاتھ سی این گوہر بصد جاہ
اوسی قصر بلا کی اوسنے لی راہ

ہوئی رونق فزای قصر مشکین
ہوا آتشکدہ اوس بت کا تنگین

فروغ رخ سے وہ اوسکی سنگ سوزان
ہوئی الماس کی صورت فروزان

سنا خسرو نے اب آیا ہے پھر یار
شجر امید کا لایا ہی پھر بار

ولی تھا خوف مریم سے ہراسان
کہ مریم اوسکی تھی ہر دم نگہبان

نہ شیرین کی بلانے کی اجازت
نہ وہان جا سکی بلنے اوسکو فرصت

فقط پیغام پر رکھتا صبوری
رہی فرقت میں بھی غمہای دوری

اوٹھا اکدن جو خسرو بامدادان
تو بیٹھا تخت پر خسرو شادان

بہرام کی مرنے کی خبر اور خسرو کا بیان معرفت اور سوچکر

مرتب سر پہ خسرو کی وہ افسر
کہ کرتی تھی سہ و خورشید جسپر

غلامان و خدم جو تھے پرانوار
کھڑی تھی خاموش مثل نقش دیوار

میسر شہ کو وہ جاہ و حشم تھا
کہ اپنے عہد کا کاؤس و جم تھا

کسیکو بھی نہ تھا اوس عہد مین غم
گذرتی تھی خبر عشرت کی پیہم

ہوئی تھی یکقلم بیداد معدوم
جو تھے ظالم ہوئے مانند مظلوم

جو رکھتی سر کو تھی نخوت سی پرجوش
کیا خسرو کا حکم آویزۂ گوش

سران ہفت کشور صاحب جاہ
ہوئی تھی جان و دل سے بندۂ شاہ

وہ سب حاضر تھی واں ہمدم بزم مین
کھڑی تھی با ادب اپنی جگہ مین

کہ آیا شہ کی آگے ایک دربان
کیا یون عرض وحشی کی شادمان

کہ اے شاہ جوان تا چند سال
رہی دائم مدد پر تیری اقبال

عدوی شہ جو تھا بہرام چوبین
نصیب اوسکے ہوئی اب گور سنگین

ترے شاہی کا اوسکی سر میں تھا شور
خرابی سے ہوا آخر وہ درگور

ہوا سنتی ہی شہ کی دلمین اک درد
کہا اک آہ دل سی کھینچکر سرد

نہیں مرگ عدوی سے شادمانی
کسی نے ہی یہان حیات جاودانی

یہی دائم ہی رسم چرخ غدار
کسیکا یہ نہیں پیوستہ غمخوار

بتائی کہ کسیکو راہ شادی
دکھائی گاہ دشت نامرادی

نہ پاتی کہ کسیکو ہر سر تخت
کسیکی گاہ برگشتہ کرے بخت

عبث دنیا کا ہو انسان طامع
عبث ہی دل پہ رکھنا حرص مطامع

خدا کی یاد رکھی وہ بپا کی
نہ دینی کچھ بجز ملبوس خاکی

کہاں بہرام اور اوسکی دلیری
کہ میدان میں کیا کرتا تھا شیری

پڑا جب سامنا شیر اجل سے
بنا کچھ بھی نہ پھر دست اجل سے

یہ قصر سلطنت آخر فنا ہی
بجز نام خدا کسکو بقا ہی

ہوئی سردار سب یہہ سنکی گریان
ہوئی اخلاق خسرو کی ثنا خوان

اسیطرح سے خسرو تا بہ شب روز
رہا بہرام کی غم مین جگر سوز

غرض نوروز چہارم جبکہ آیا
بساط عیش کو سب نے اوٹھایا

گئی آواز شاہی تا ثریا
ہوا ساسان عشرت پھر مہیا

سحر کی وقت وہ شاہ جوان بخت
ہوا جب مست مے سی شاہ خسرو
ہوا حاضر وہیں مطرب خوش آہنگ
وہ طنبور کو جب کہتا تھا کہ آہی
نہین وہ چھیڑتا تھا ساز کا تار
وہ بزم شاہ تھی از بسکہ گلشن
یہ عالم کر دیا تھا اوسکی دھن نی
جو گایا نغمہ سا رنگ چھایا
یہ عالم کر دیا غاری کی گت پر
ہوئی خوبی سی اوسکی رات تابان
جو تھی مطرب خراسانی حجازی
خیال اور ٹپہ اور دھرپد ترانہ
یہ ہر پردہ میں مطرب کی ادا تھی
دیا ہر واہ پر اک کیسہ زر
اوٹھا محفل سی خسرو چشم پرنم
سنا تو نی ہی جو ہی شیرین کا احوال
ہوئی میری محبت میں وہ بدنام
جو ہو تیری اجازت تو ہمیں جا
کہ شیرین چاہتی ہی از بس وہ دلبر
جو بولوں اوس سی ہی مرضی میں تیری
لگی کہنی کہ اے شاہ جوان بخت
گئی تھی جسکی آپ ہی بادشاہی
بہت کچھہ مغز میں تیری سمائی
ہوئی وہ موجب بربادی شہر
ہوا معلوم تو نا آشنا ہی
رہی اگر ہی ویرانی کی اندر
تو دیکھہ اب حال کیا اپنا کرینگی

بیان باربد کی گانیکا اور خسرو کی وجد میں آنیکا

تو فرمایا کہ لاؤ باربد کو
منگایا اپنا ساز بربط و چنگ
تو سوتی راگ حاضر ہاتھہ باندھی
دلوں کو کھینچتا پردوں میں ہر بار
ہوا بلبل صفت مطرب نوا زن
لگی سر شنگ سی ناہید دہن نی
تو سب بیخود تھی ایسا رنگ چھایا
کئی غارت دلوں کی ہوش یکسر
دل عشاق کو تلوار کی سان
ہوئی ہر اک پہ اوسکو سرفرازی
رہا نا غیر زادہ سکا وہ گانا
کہ ملتی اوسکو بلبو سی تپاتی

غلام فرخ نہاد و ماہ جو تمثیل
وہ موسیقی میں تھا استاد کامل
عجب قانون کا تھا پوری ساز
ملایا اوسنی جب ساز طرب کو
درست آتی تھی ایسی اوسکی تال
یہ دیتی حق نی اوسی آواز صافی
مزہ دیتی تھی ملتانی کی رنگت
لگا گانی وہ جب جنگلے کی دھن کو
وہ موسیقی میں تھا ایسا ہنرور
بجایا اوسنی ایسا ساز دلکش
شہ خسرو کا سنکر یہ ہوا حال
شہنشہ اوسپہ ہر دم واہ کرتا

خسرو کی مریم سی درخواست اجازت بکمال سماجت

گیا خلوت سرا میں پیش مریم
کہ میرا دل ہی جسکی غم میں پامال
غم شیرین سی میرا تلخ ہی کام
چھڑا زندان غم سی اوسکو لاؤ
اطاعت سی تو پھیر لگی کبھی سر
تو البتہ سمجھہ تقصیر میری
پسند آیا تجھی میرا غم سخت
وہ جسپر ہی تیری پاس آ گئی
بلا سر پر میری تو نی بلائی
ہوئی میں باعث آبادی شہر
کہ در پردہ اوسیکا آشنا ہی
بلا کا دور ہی رہنا ہی بہتر
کہ اوس صحبت سی میں کچھہ کام رکھنگی

کہا اے جان جان خواہش دل
مری فرقت میں آوارہ ہوئی ہی
مصیبت عشق کی ایسی سہی ہی
یہاں آ جائیگی تو مثل پرستار
مری خاطر جو کچھہ ہو تجھکو منظور
یہ سنکر اوسنی کھینچی سرد اک آہ
تجھی شیرین اگر جلوا ہی تر ہی
نہ باز آیا تو پھر آوارگی سی
جو میں سیج آئی ہاتھہ تیری
ولی سمجھی تو نی قدر میری
خبر شادی کی تیری اب وہ سنکر
کیا تو چاہتا ہی مجھکو برباد
عجائب نسل عیسائی تھی مریم

جو بیٹھا روز چارم بر سر تخت
سجا لائی وہ حکم شہ بتعجیل
تھا اوس پیش میں اوسکا مقابل
نہایت سوہنی تھی اوسکی آواز
خیال لحن داؤدی تھا اوسکو
کہ زہرہ ڈھونڈھتی پھرتی تھی حیران
کہ دل لینی کو تھی بے ساز کافی
کہ اوسکی ساتھ ملتانی تھی سنگت
ہرن جنگل سی آتی مست ہو ہو
تکلم اوسکا تھا گویا راگ ساگر
کہ دربار ہی ہوئی سب اوس سے دلخوش
دیا مطرب کو بی پایان زر و مال
خیال دلربا میں آہ کرتا
یہی تھی رسم شاہ پاک گوہر
سدا ہو دور تجھسی کاہش دل
بہت مجبور بیچارہ ہوئی ہی
کہ اک قصر بلا میں آ رہی ہی
رہی گی ہر گھڑی تیری وہ غمخوار
تو کر صحبت سی اپنی اوسکو مسرور
برا ہوتا ہی آخر سوز یا ڈاہ
ولی مجھکو ہلاہل سی بتر ہی
بنانا بات ہی بیچارگی سے
خلش کہتا ہی یوں نوسا تھہ
کہ ہوں میں جان و دل سی دو تیری
پشیمان ہو کی خود آئی یہاں پر
مجھی بھی ایسی حیلی ہیں بہت یاد
ہوئی صاحب سے اپنی سخت برہم

شہ خسرو کی سنکر اوڑ گئی ہوش
ہوئی وہ عقل و ہوش سب فراموش

ہوا ایسا خوف سی اوسکی ہراسان
مبادا ایسہ کری ایسا ہی سامان

کہا تو ہی تو آرام جان ہی
عبث مجھسی میری جان بدگمان ہی

دکھایا مینی یہہ طرز نظر آفت
بپا کی تو نی میری سر پہ آفت

کیا شہ نی خوشامد کر کی راضی
ہوا وہ رنج اوسکی لیسی ماضی

بظاہر وصل مریم سی تہا خرسند
مگر رہتا تہا ہر دم غم مین پابند

دلی واقف وہ شاپور پر خبر دور
قریب شاہ پوشیدہ پہنچکر

خبر شیرین کی پہونچاتا تہا اوسکو
کبھی شیرین سی کہتا حال خسرو

مگر شیرین ہا کرتی تھی حیران
کہ کیونکر چین مین خسرو کی ہی جان

کبھی کہتی تھی مجھپر وہ فدا ہی
کہون کیونکر کہ آشنا بیوفا ہی

یہ دو باتین بکر جاتی ہین ہر دم
خیال سلطنت اور خوف مریم

غرض یون عاشق و معشوق ہر با
رہی پیغام پر چندی شکیبا

ہوا فرقت سی اکدن شاہ مجبور

شیرین پاس جانا شاپور کا بطلب اور اوسکا غصہ و غضب

لگا کہنی کہ ای غمخوار شاپور

تو پوشیدہ یہان لا دلربا کو
نہان تک کہہ جمین اوس مہ لقا کو

کوئی جانی نہ حال اوسکا تو بہتر
کہ دو حاسد نہون یکجا تو بہتر

کسیکا بھی نہین ہرگز مجھی غم
ولی ہی دلمین میری خوف مریم

نہین ممکن کہ تک وہان جاون اب مین
کہ مخبر راہ مین اوسکی بہت ہین

خبر اس راز کی مریم جو پائی
تو کیا جانی بلا کیا سر پہ لائی

جو خسرو نی بہت بیچارگی کی
تو پھر شاپور نی غمخوارگی کی

وہانسی قصر سنگین مین وہ آیا
ادب سی پیش شیرین سر جھکایا

لگا کہنی عبث ہی اب غم سخت
دکھاتی راہ ہین اب دولت و بخت

دل خسرو تری غم مین ہی خستہ
مگر مریم سی ہی وہ دل شکستہ

کری گر ترک شہ مریم کی صحبت
تو ہو پیدا ن قیصر سی خجالت

اسی ہی شہ نی بھیجا ہی مجھی یہان
کہ پہونچاؤن مین پوشیدہ تجھی ہان

وہ رکھیگا تجھی یون سے پنہان
بدن مین جیسی پوشیدہ رہی جان

ہوئی آشفتہ وہ بت سنکی یہ حال
پریشان کر دئی رخسار پر بال

لگی کہنی کہ ای شاپور بس کر
نکہا بیہودہ گوئی سی مرا سر

کیا آوارہ مجھکو سروری سے
نہ باز آیا مگر حیلہ گری سے

دکھائی شکل ایسی بیوفائی
نہین ہی شرم جسکو کچھہ خدا کی

نکچھہ دلمین محبت کا اثر ہی
جو میری درد سی یون بیخبر ہی

دوا اب دل کی میری نہین ہی
علاج اپنی کئی کا بھی نہین ہی

رہی مریم تو آئین عیش و رسی
کنیزانہ کرون مین خاک بوسی

رہی نزدیک وہ مریم کی بستان
مجھی قیدی بنائی کی قفس مین

مجھی سمجھا ہی ایسا بد حقیقت
رہون جا کر جو مین جو پہ وہ نکیصورت

شبستان مین جو اوسکی خلد تاسیر
ولیکن مجھکو دوزخ سی ہی بدتر

ہوئی شاپور پر اتنی جو وہ گرم
تو آئی دلمین اوسکی پھر بہت شرم

نہایت پاس کرتی تھی وہ دلدار
کہ اوسکا تہا وہی اک یار غمخوار

لگی آہستہ کہنی ای ہنرور
مری جانب سے کہنا اوس جفاگر

کہ ای سلطان ملک بیوفائی
وفا کی خوب شرط آشنائی

ہوئین وہ صحبتین یکسر فراموش
جو صابر ہو گئی یون بیٹھا ہی خاموش

ہوا مغرور تو مارا جو بہرام
ملین غم کیا مین کرون گلہ شہ رام

بلای عشق مین پر مبتلا ہون
جو یون قیدی زندان بلا ہون

کہا جو کچھہ کہ تو نی سب بجا ہی
یہ اپنی ہی کئی کی سب سزا ہی

جو ای ساقی کوئی ساغر پلائی

یہان سی مستانگی تازہ بنیاد ہی کہ بیان عشق شیرین و فرہاد کی

طبیعت تنگ تازہ پھر دکھائی

یہ حسن و عشق کیا کیا ہین کہانی
نیا ہر رنگ سی گل ہین کھلانی

بہلی جنگلی کو دیوانہ بنائین
ہر اک جا فتنہ خفتہ جگائین

وہ شیرین تھی جہان مین ایسی دلبر
نہ اپنا حسن مین کہتی تھی ہمسر

رہی قصر بلا مین سخت دلگیر
نکھاتی تھی غذا کوئی بجز شیر

عجب ناقص ہوا اتنی وسکا نگی
موافق تھی غذا کوئی نہ وہانکی

موافق شیر گرچہ بیشتر تھا
مگر ملنی مین اوسکی دردسر تھا

کہ جنگل تخلی خسرہ کا وہان تھا
شہر سر ایک ہر جانستان تھا

اسی سی گلہ بان تھا سخت مجبور
وہ رکہتا گلہ گاوان بہت دور

بہت شیرین رہا کرتی ہراساں
کہ یہ مشکل ہو کس صورت آساں

ہوئی جب شیرین عاجز شکر لب
مشیر اوسنی کیا شاپور کو تب

کہا ای مرد جہاندیدہ وفادار
اگر اب تجویز کچھ تو چارہ کار

سنا جب دم کہ شیرین سے یہ احوال
لگا شاپور کہنی اوس سے فی الحال

کہ یہاں اک مرد ہی نام اوسکا فرہاد
کہ پتہر کاٹنی میں ہی وہ استاد

جو کھودی پتہر پر نقش رنگین
تو سنگستان کو کردی غیرت چین

بلاد چین میں ہی اور فرہاد
ہوئی جا کر کی شاگرد یک استاد

کیا استاد نی قسمت جو پیشہ
قلم مجہکو دیا اور اوسکو تیشہ

اوسی سی ہوگا مقصد کا سر انجام
نہ بی استاد کوئی درست ہو کام

جو تیرا ای پری رو حکم پاؤں
پتا اوس مرد دانا کا لگاؤں

سنا شیرین نی یہہ احوال جس دم
گئی بہول اپنی دلسی شیر کا غم

سحر فرہاد کو شاپور لایا
میان قصر سنگین لا بٹہایا

وہ فرہاد اک ہنرور پہلوان تہا
قوی بازو تہا اور رستم توان تہا

سجا آداب سلطانی وہ لایا
پرستاروں نی عزت سی بٹہایا

سر کرسی وہ بیٹہا کوہ پیکر
بسوئی چرخ تکتا تہا نظر کر

کہ دیکہا چاہی یہ تیری بازی
کری پردی سی کیا نیرنگ سازی

کری حق میں سی کیا اسباب پیدا
نہیں معلوم کیا پنہاں ہی پیدا

فلک نی بہی کیا ویسا ہی کردار
کیا پردی سی فتنہ ایک بیدار

غرض شیرین بہت ہوشیار و خرسند
ہوئی شکر شکن کرکی شکر خند

حلاوت نی اگلا تہا نازنین کا
مزہ آواز میں تہا انگبین کا

بت شیرین کی تہی آواز کیا ایک
دل عاشق کو تہی مٹہی چھری ایک

بشر کیا سنکی حلاوت اوسکی آواز
نہ کہ سکتی تہی بیہوشی سی پرواز

لگی کہنی کہ ای ہشیار و عاقل
سنا میں نی کہ تو ہی مرد کامل

مجہی در پیش ہی اک مشکل سخت
اگر آسان ہو تجہسی زہی بخت

مرا ہی گلہ گاوان بہت دور
کہ مردم شیر لانی سی ہیں مجبور

تو دانائی سی کر تدبیر ایسی
مناسب ہو تری نزدیک جیسی

کریں چوپان جو اوسکا شیر دوشی
کرو تم اب شوق سی یہاں شیر نوشی

سنی فرہاد نی آواز شیرین
کہلا یہ گنجینہ دل پر راز شیرین

اوسی پہر دلسی اک آہ شرربار
ہوا عشق صنم سی خستہ و زار

جو اوس بت سنگدل سی لگ گیا دل
تو شیشی کی طرح ٹکری ہوا دل

بنا حیرت سی وہ غمناک پتہر
سمجہتا بات وہ کیا خاک پتہر

جواب اوس بات کا اوسکو نہ آیا
کہ اوسنی آپکو ایسا بہلایا

پہر آیا صحبت دلجو سی باہر
مگر دل اوسکا تہا قابو سی باہر

کہا سب زر دی خاکساری
بتا دی مجہکو کیفیت یہ ساری

جو فرمایش سی تم کر دو خبردار
دکہا دوں وہ کرشمہ کر کی طیار

تو سنکی خواہش شیرین سنائی
ہوا خوش پائی گویا کچہہ مٹہائی

کیا آغاز اوسنی جاکی وہ کار
ہوا تہا جو کہ اوسکو حکم دلدار

غرض گلہ سی تا کاخ پری رو
بنائی کوہ پر اک جوئی دلجو

جڑی پتہر برابر اوسکی اوپر
نہ پہونچی خار و خس تا اوسکی اندر

درون کاخ اوسنی کر کی حوض
بنایا سنگ مرمر سی نیا حوض

کہ تا ہو مجتمع شیر اوسمیں آکر
پئی اوسمیں شکر لب شیر جاکر

یہ قدرت ہی خدا کی آدمی کو
فرشتوں سی نہو اس سی جو کچہہ ہو

جو یہہ فرہاد نی صنعت دکہائی
تو سبکی دلمیں اک حیرت سی چہائی

شیرین کا جوئی شیر کہدوانا اور فرہاد کو بلانا

کہا شیرین سی لوگوں نی یہ جاکر
کہ کی طیار نہر اوسنی بنا کر

بنائی اسطرح کی نہر خوشتر
کہ آئی حوض میں خود شیر بہکر

یہ دکہلاتی ہی خارستان میں صنعت
کہ دو فرسخ کو بنایا رشک جنت

وہ سنگ حوض و نعمائی ہائی
جہاں وہ جوئی شیر اوسنی بنائی

یہ اپنی دلمیں سمجہی وہ پری رو
نہیں ہرگز یہ کار آدمی رو

دل شیرین ہوا ایسی شرر آگین
بہت فرہاد کی اوسنی تحسین

اوسی نزدیک اپنی پہر بلایا
سر کرسی زر اوسکو بٹہایا

کہا ایسی کہانی تونی صنعت
نہیں ممکن ہی مجہسی کی اجرت

غرض فرہاد سی اوسنی یہ کہکر
نکالی کان سی پہر چند گوہر

ہر اک موتی چمک میں تہا یگانہ
خراج ہفت کشور ایک دانہ

لگی فرہاد کو دینی وہ لب سی
کہا پہر یون بہت دلشاد ہوکر
کہ ہوگا جب موافق وقت میرا
نہیں بہولونگی یہہ احسان تیرا

جو دیکہی اونی گوہر ہای تابان
ہوا فرہاد شیرین کا ثنا خوان
وہ گوہر لیکی پہر سست قدم سی
لگا ہی دینی اپنی چشم نم سی

دیئی پہینک اوسکی بہر پا کی نگین
اوٹہا اور راہ صحرا کی وہان سی
سہلا کب اوسکو تہی پرواہ گہر کی
کہ تہی وہ کان گوہر دیدہ تر

فرہاد کی دشت گردی و صحرا نوردی

دکہائی عشق جسکو اپنا رنگ
تو پہر لین اسکو کیا ننگ ہی گہر و سنگ

چلا فرہاد وہان سی خستہ و زار
ہوا دل عشق شیرین میں گرفتار
رہا مد نظر بس کار دلدار
نہ کہا کا رسی اپنی سر وکار

جگہہ تہی خانہ دلمین جو اوسکی
نہ گنجایش سی ہرگز کسیکی
جدا تا آنکہہ تہا وہ مردم سی ہردم
کیا کرتا تہا شغل آہ و ان ہم

بحال خستہ و عریان سراپا
پہرا کرتا تہا صحرا میں وہ شیدا
ہر اک دم خندہ شیرین کو کر یاد
بہت رونا تہا اور کرتا تہا فریاد

سحاب دیدہ کی بارش کا تہا زور
پڑا پاؤن سی اوسکی دشت میں شور
تصور تیغ ابرو کا تہا ہر دم
اسی باعث سی دن اوسکی تہی خم

کبہی کرتا تہا یاد چشم جانان
ہر اک آہو کی پیچہی تہا شتابان
جو یاد آتی اوسی مژگان دلبر
تو گر پڑتا تہا گویا تیر کہا کر

نہ بیچارہ کو تہا کہانی سی کچہ کام
کہ تہا کہانی سی غمکی اوسکو آرام
نہ خواہش آب کی رکہتا وہ پیاسا
کہ تہا یاد لب شیرین سی سیراب

مذاق عشق میں چہوٹی مزی سب
لب نان کی غم میں چبا تا لب
جو آتی کاخ شیرین سی کبہی گرد
تو کرتا سرمہ چشمان پر درد

عبادت یاد شیرین کو سمجہتا
وہ کعبہ کاخ سنگین کو سمجہتا
وہ وحشی تہا نہ اکدم اوسکو آرام
یہی تہا شغل اوسکو صبح اور شام

خسرو کا دیوانگی فرہاد سی خبر پانا اوسکی بلانا

ہوا فرہاد پر سودا کا یہہ زور
کہ اوسکی گرم بازاری کا تہا شور

ہر اک کو حال یہہ روز بیان تہا
جہان میں حال اوسکا داستان تہا
سنی یہہ داستان خسرو نی جس دم
وہ وہان آدلمین شیرین کا ہوا غم

رہا کرتا اوسی فرہاد کا خار
کہلتا تہا وہ اوسکی دل پہ ہر بار
یہ اندیشہ تہا مہر شہ کی لب پر
کہ چہوٹی کوہکن کا عشق کیونکر

ہوا در کار اوسکو چارہ کار
ندیمونسی کہا حال دل زار
کہ تدبیر ایسی سی دل کی بتاؤ
تصور اس سی شیرین کا چہوڑاوی

سراپا شگفتہ وہ بی سروپا
جو مارا جاہی تو ہی سخت بیجا
کہا سب نے کہ ای شاہ جہاندار
ترا اقبال دائم ہو مددگار

نہ تیر ظلم سی ہی لائق صید
کریں تسخیر زر میں ہم اوسی قید
کوئی دنیا میں ایسا ہی بشر بہی
نہیں دلسی جو وہ خواہان زر بہی

اگرچہ زر سی بہی ہوگا نہ وہ رام
بتائیں سخت تر ایسا کوئی کام
فراغت ہو نہ جس سی زندگی بہر
اوٹہالی کوہ غم دلپر وہ جی بہر

سنا جس دم کہ شہ نی اس سخن کو
یہ فرمایا کہ لاؤ کوہکن کو
تو لائی لوگ اوس وحشی کو جا کر
تماشائی ہوئی سب خلق آکر

نہ ہرگز آپ سی اوسکو خبر تہی
نکچہہ پرواہ جان و فکر سر تہی
نہ در اب خسرو ہی لایا بجا کچہہ
نہ اوسکا ہوش ہرگز تہا بجا کچہہ

بحکم شہ ہوئی یہہ بارش زر
لگی انبار زر تہی اوسکی تا سر
نہ اوسنی سیم اور زر پر نظر کی
اوسی قیمت تہی یکسان خاک و زر کی

نہ دیکہا زر کا خواہان کوہکن کو
تو کہہ لا شاہ نی زر جو دین کو
دکہایا شہ نی جو گوہر سخن کا
تو پایا اوس سی ہی جوہر سخن کا

خسرو و فرہاد کی بحث و تکرار ہی عجب مزی کی گفتار ہی

کہا خسرو نی رہتا تو کہان ہی
کہا ملک محبت میں مکان ہی

کہا ویران لگک کیا کرتی ہین بیوپار
کہا جان بیچکر غمکی خریدار
کہا جان بیچنا اک جاہلی ہی
کہا یہہ عاشقونکو جا قلی ہی

کہا عاشق ہوا تو کیسی صادق
کہا دل کیا ہی میں ان نی جا عاشق
کہا ہی مہر شیرین دلمین کیونکر
کہا شیرین بہی جان سی عزیز تر

کہا عاشق رہیگا اوسکا کب تک
کہا قالب میں جب تک جان ہی تب تک
کہا معشوق وہ رہتا کہان ہی
کہا ہر جا وہ مہ دیکہہ جلوہ گر ہی

کہا گر اوس سے وصل ہو تو کیا
کہا تر بازان کر ون تو نہ مین

کہا شیرین سی باز آ ہی وہ پری
کہا یہ تلخ ہی تقریر تیری

کہا شیرین کو کیونکر کوئی پاتی
کہا جب جان شیرین تن سی جاتی

کہا اب دوستی سی کھینچ دامن
کہا مت ہو عدو ای شخص دشمن

کہا مانگی جو تجھ سی تیرا سب رخت
کہا سمجھون گا اب ہی بخت

کہا یہ عشق تیرا کار ہی خام
کہا پختہ ہی یہ میرا یہی کام

کہا اس غم مین کب سکتا ہی تجھ بن
کہا بس خطرہ ہجران ہی بس

کہا کیا تیرا کہانا اور پینا
کہا میرا ہی غم کہانی سی جینا

کہا کیا عشق مین تیری ہی شاک
کہا جو دامن صحرا مین ہی خاک

کہا کیون صبر پر مائل نہین ہی
کہا سینی مین میری دل نہین ہی

کہا گر عشق مین جان تیری جاوی
کہا جینی کی لذت ہاتھ آوی

ہوا شہ اوسکی ان باتون سی ناچار
رہی آگی نہ ہرگز جای گفتار

روان پھر یون کیا تیغ زبان کو
کیا مجروح گویا اوسکی جان کو

کہا سنتا ہون تو ہی مرد کامل
نہین ہر ایک کو قدرت یہ حاصل

بہت مشکل اک مطلب ہی میرا
جو بر لائی تو ہون ممنون تیرا

کہ جاتی راہ مین ہی بیچ اک کوہ
رہا کرتا ہی جس سی دلکو اندوہ

جو اوسکو کاٹکر رستہ نکالی
تو گویا کوہ غم دلسی اوٹھالی

دلائی پھر اوسی شیرین کی سوگند
کہ گر اس کام سی تو مجھکو خرسند

کہا فرہاد نی خوش ہو کی ای شاہ
او کہاڑون کوہ کو مثل پر کاہ

مگر یہہ چاہتا ہون اوسکی اجرت
کری شہ ترک پھر شیرین کی الفت

جواب اس سی سنا شہ نی جسدم
تو چاہا قتل اوسکا ہو کی برہم

مگر دلسی کہا کیا ہی یہ تکرار
بتایا مینی کچھ آسان نہین کار

یہ کاٹیگا کہان تک سنگ خارا
نہین یہہ کام تیشہ مین اوسکی ہی یارا

بظاہر شاہ ہو کر شاد و مسرور
لگا کہنی کہ ہی یہہ شرط منظور

ہوا جب عہد و پیمان سی حاصل
اوٹھا فرہاد رخصت ہو کی خوشدل

بتایا شہ نی کوہ بیستون نام
کہ کر آغاز وہان جا کر کی یہ کام

چلا محفل سی خسرو کی وہ بیدل
کہی امید و گہہ تہی بیم حاصل

فرہاد کی کوہکنی اور خارہ تراشنی

جو دیکھا کوہ اک پیش نظر تہا
بتونکی دلسی بہی وہ سخت تر تہا

غرض تیشی سی اپنی اول کار
تراشی کوہ سی اک دو سی دیوار

منقش کر کی وہ دیوار سنگین
بنائی اوس پہ پہر تصویر شیرین

کہ جسکو دیکہکر مانی و ارژنگ
ہوئی حیرت سی یکسر صورت سنگ

ہوا فارغ جو اوس صنعت گری سی
ہوا خارہ شکن تیشی کو پہر لی

سبکتر کاٹتا تہا وہ گران سنگ
کہ اکدن صاف کرتا تہا وہ سنگ

نہایت عشق کا شعلہ جو تہا گرم
تو پتھر موم کی صورت ہوئی نرم

جو تہا وہ تیشہ زن بست زبر سے
نکلتی آگ پتہر کی جگر سے

وہ کار سخت اوسکو سہلتر تہا
کہ نام یار نقش کالحجر تہا

نہ لیتا صبح سی تا شام آرام
اسی محنت سی تہا ہر دم اسی کام

جو وقت شام کچھہ فرصت وہ پاتا
تو پہر پیش بت دلدار آتا

فدا ہو کر کی کرتا اوسکا پابوس
بجاتا تہا دل پر غم کا ناقوس

یہ کہتا رحم کر ای سنگدل آ
خدا کی واسطی ای بت ترس آ

تعشق مین تری ای بت گیا جان
ہوئی زنار زیب دوش ایمان

ترا ای شمع پروانہ ہی دل
شرار غم سی آتشخانہ ہی دل

غرض کی نہایت آہ و زاری
دکہا کر بت کو دلکی بیقراری

پہر آخر وہان سی با صد رنج و اندوہ
پہونچتا جانب دلسی سر کوہ

سوی قصر شیرین پہر نظر کر
یہ کہتا تہا وہ بیدل ہو کی مضطر

کہ ای غارتگر اسباب آرام
نہین مجھسا کوئی دنیا مین ناکام

مکان دلمین تو جیسی مکین ہی
صبوری کو جگہہ ملتی نہین ہی

تری الفت مین اپنا بخش دوران
نصیب دل ہوا آزار ہجران

تب فرقت مین ایسا وہ جہان تاب
یہ دل ماہی صفت ہی بیتاب

مریض ہجر کی جلدی خبر لی
دوا عاشق کی کرنا ہی تو کر لی

کرم ای بت کچھہ تو اب پہر حضور
کہ تیری عشق مین میرا ہی کیا طور

تجھی بن ہی ہر گھڑی آرام شاکی
مجھی ہر دم ہی پاس ناامیدی

تجھی تہان شیر ہی ہردم تصور
مین یہان پیتا ہون خون دل اسیر

اگرچہ کوہ ظلم دلبر اوٹھایا
بجز کاہش نہ کچھ تہا اور آیا
نہین گر رحم ہی تیغ ستم سی
چھڑا دی سر کو میری درد سی

ہوا ہی دشمن جان میرا خسرو
ستایا ہی جو کار سخت مجھکو
ملی راحت نہین ایسی محنت سی
بغیر از مرگ کب ملتی ہی فرصت

فقط جان تن مین تیری منتظر ہی
دگر نہ مرگ تو نزدیک تر ہی
نہین کچھ غم جو نکلی جان مغموم
شہ دیدار سی پر تیری محروم

اسی صورت سی وہ آہ و نالہ کرتی
پھر آتا پیش بت ہانسی اوتر کر
سر اپنا بت کی پھر پاؤن پہ رکھکر
بسر کرتا فغان غم سی شب بھر

جو اوس بیدل کی سنتی آہ و زاری
فغان کرتی تند رو کوہساری
ہوا فرہاد کا افسانہ مشہور
کہ ہی مسکین غم شیرین مین مجبور

تو اوسکی دیکھنی کو لوگ جاتی
زبان پر یہہ سخن جس دم تسی لاتی
ندیکھا کوئی ایسا عاشق زار
ندیکھا سخت ایسا کوئی کار

پلا دی ساقیا اب کوئی ساغر
کہ جس سی مست ہو جاوی مرا سر

شیرین کا کوہ پر جانا اور فرہاد کو ساغر شیر پلانا

دکھائی جوشش دل نی تاثیر
ہوا مستغرق عاشق کا خبر گیر
نہین عاشق کا جذبہ بی اثر ہی
گھلاتا سنگ کو سوز جگر ہی

وہ شیرین ایکدن بیٹھی تہی شادان
کھڑی آگی غلامان و کنیزان
غرض اوس دم سبھی سی پیش شیرین
بیان کی محنت فرہاد مسکین

کہ تیری عشق مین کامید تن ہی
تجسس مین سی وہ کوہکن ہی
کہا شیرین نی مین بھی چاہتی ہون
کہ اوس مسکین کا جا کر حال دیکھون

کہ کیونکر کاٹتا ہی وہ گران سنگ
نہ کار سخت سی ہوتا ہی دلتنگ
یہ کہکر وہ بت غیرت دہ ماہ
چلی اوس کوہ کی جانب بصد جاہ

نہ تہا اوسدن جو گلگون اوسکا رہوار
ہوئی وہ اودہی گہتی پہ اسوار
رخ روشن سی کوہ رشک خاور
بنایا مطلع خورشید انور

ہوا یہہ عکس لعل لب درخشان
کہ سنگستان ہوا سارا بدخشان
خیال لعل شیرین مین وہ مسکین
اوٹھاتا پارہ ہای کوہ سنگین

نہ تہا تیشہ آہن کا تہا وار
یہ از تیشہ تہی آہ برق کردار
فغان کا بسکہ پیدا تہا شرارہ
جگر پتہر کا ہوتا پارہ پارہ

خبر جب مقدم جانان کی پائی
تو گویا کان گوہر ہاتھ آئی
رخ پر نور جانان جبکہ دیکھا
تو سمجھا کوہ سی خورشید نکلا

ہوا اس دیکھتی ہی خود فراموش
رہا مطلق نہ جان تن کا کچھ ہوش
شکر لب نے منگایا ساغر شیر
لگی کہنی کہ ای فرہاد دلگیر

تپ غم سی عبث اتنا ہی بیہوش
یہ ساغر ہاتھ ستی می کر اب نوش
پیا ہاتھوں سی شیرین کی جو ساغر
ہوا فرہاد کو وہ آب کوثر

نہ ہوتا پر حلاوت کسطرح کام
کہ شیرین نی پلایا شیر کا جام
جو ہو دست صنم سی زہر بھی پیش
تو ہو عاشق کو دارو ہی دل ریش

ہوئی پھر قصر کو شیرین روانہ
وہ عاشق تہا جلو مین جان تانہ
ہوا درماندہ پر شیرین کا رہوار
رہی مطلق نہ اوسکو تاب رفتار

وہ راہ سخت کوہستان جو کی طی
گران اندام تہا اسپ پری
یہ سمجہا دلمین وہ فرہاد مضطر
کہ گھوڑا ماندگی سی ہی بہ بستر

مبادا ایسا نہ یہ محبوب چالاک
گری اس پا دپاسی سر خاک
لیا توسن کو گردن پر اوٹھا کر
رہی شیرین بھی قائم پشت زین پر

ہوا یون کاخ کی جانب شتابان
کہ پیچھی رہگیا خیل غلامان
غرض لیکر کو پہونچا کر وہ فی الحال
پھر آیا کوہ پہ آشفتہ احوال

ملی دیدار جانان سی جو راحت
نسمجہا رائگان اپنی وہ محنت
رہا مشغول محنت صبح اور شام
وہی تیشہ تہا اور اوسکا وہی کام

اودہر وہ شاہ خسرو بھی ہر اکدم
اوٹھاتا فرقت شیرین سی تہا غم

خسرو کیطرف سی وہ پیام ہی جس سی فرہاد کا کام تمام ہو

مقرر شہ کی تہی صدہا خبر دار
او نہین تہی تجسس حال دلدار
مگس گر بیٹہتی شیرین کی تن پر
خبر فی الفور کہتی شہ سی جا کر

گئی آئی جو شیرین بی ستون پر
خبر دی شہ کو ہر کارون نی آکر
کہ شاہا ہی جو فرہاد دل افگار
نصیب اوسکی ہوا شیرین کا دیدار

سیہ زور دست کہتا ہی وہ بیدل
کہ پتہر کو بنایا اوسنی ہی گل
ہوئی یہہ آب تیشہ کی روانی
کہ زہرہ سنگ کا جس سی ہی پانی

جو کی محنت کشی یون اوسنی بیگاہ
نکالا کیا میان کوہ سی راہ

ہوا خسرو نہایت سنکی مضطر
ہوئی فکر ادا ای شہ دلبر

لگا پھر سوچنی وہ چارہ کار
تو کی سب نی یہ شہ سی ملکی گفتار

عبث اس غم سی شہ اتنا ہی دلگیر
بتاتی ہم ہین اوسکی سہل تدبیر

کہ بھیجی ایک قاصد شہ وہان پر
سنائی مرگ شیرین اوسکو جاکر

دگرگون سنکی حال اپنا کریگا
خدا جانی جئیگا یا مریگا

پسند شہ ہوئی اون سب کی گفتار
کہا لاؤ کوئی پیک جفا کار

ترش رو ڈھونڈہ کر کوئی نکالا
کیا بہت تلخ کام اوسکی حوالا

کیا امیدوار مکنت و جاہ
کیا راہین بتا کر اوسکو گمراہ

کسی کی غم سی کب وہ تنگدل تھا
کہ پتھر سی زیادہ سنگدل تھا

حقیقت مین وہ اک پیک اجل تھا
کہ حامل تھا پیام جانگسل کا

سوی فرہاد آیا سنگدل مرد
کہا اک آہ دل سی کھینچکر سرد

کہ ای فرہاد دادا ویلا صد افسوس
رہا اب قصد دلسی تو مایوس

عبث محنت مین کھوتا اپنی جان ہی
کہ محنت تیری سب ہی رائیگان ہی

اوٹھایا جسکی پیچھی کوہ غم کو
وہ شیرین اب گئی راہی عدم کو

ہر اک اس غم سی صد پارہ جگر ہی
سبب کیا ہی نہین تجھکو خبر ہی

سنا جس دم کہ شیرین کر گئی فوت
گوارا اوسنی بہی کی تلخی موت

سراسیمہ ہوا مانند بسمل
وہ سمجھا راست یہ پیغام باطل

ہوئی وہ آتش غم دلمین سوزان
جلایا جسنی یکسر خرمن جان

لگایا تیشہ سر پر با دل چاک
گرا کوہ الم سی بر سر خاک

وہ سمجھا مرگ کی مشکل ہی آسان
کہ تہی پیش نظر تصویر جانان

قفس کو تن کی یکسر کر گئی ویران
اوڑا عنقا کی صورت طائر جان

زمانی کا عجب دیکھا نیا ڈھنگ
کہ ماری جو دل عاشق پہ یون سنگ

اجل آتی ہی جس دم سر پہ غافل
نہین ہوتا تمیز راست و باطل

رہا قائم نہ فرہاد قوی دست
ہوا وہ گردش دوران سی یون پست

جو ٹکڑی ٹکڑی کرتا تہا جبل کو
وہ خود آیا تلی سنگ اجل کے

جو جان پر انہ سان لی وہنی ناکام
تو عشق شیرین و یا نہین کیا نام

مرگ فرہاد مین شیرین کا ماتم اور دفن کرنا بصد غم

ہوئی آگاہ جس ساعت جانان
کہ دی الفت مین جن نی اپنی جان

بہت کر یاد غمخواری احسان
ہوئی وہ بیہوش جون برگریان

ہوئی بس اشک خون نین کی روانی
سمنگون وہ جو رخ تہی ارغوانی

یہ کہتی تہی وہ حسرت سی دلارام
کہ دنیا سی گیا فرہاد ناکام

نکیون بت رحم کرتی اپنی جی سی
کہ اوسکی غم مین پتھر تک پسیجی

کبھی بیتاب ہوکر خود وہ دلدار
سر بالین فرہاد دل افگار

کفن دیکر با عز از تمامی
کیا دفن اوسکو با صد گرامی

سر بالین جو تہی وہ رشک گلشن
ہوا رشک گلستان اوسکا مدفن

بنایا اوس بہشتی کو نئی گنبد
ہوا اک رشک جنت اوسکا مرقد

لگایا اوسمین یکسر سنگ مرمر
جڑی اوسپر برابر لعل و گوہر

زیارت لوگ کرتی تہی وہانکی
کہ تہی تربت وہ اک بی خانمان کی

پہری آخر کو شیرین وان سی غمناک
نشان تک بہی نہ دنیا سی بجز خاک

ہوا اس حال سی خسرو ہراسان
ہوا کردار سی اپنی پشیمان

یہ کہتا تہا کہ مجھسی یہ ہوا کام
بدی کا نیک ہرگز ہی نہ انجام

طلب کرکی دبیر تیز خامہ
یہ فرمایا رقم کر ایک نامہ

لکہا شیرین کو نامہ اوسنی جسطور
کہ فرمایا تہا شہ نی اوس نی جسطور

قلم کی چاشنی اوسنی دکھائی
عیان جس سی ہی کہٹائی اور مٹھائی

نامہ خسرو کی تحریر یہ ہی جسکا مضمون معشوقکا دلگیر ہی

پس از حمد و ثنای الہی
لکہا نامی مین یہ مضمون شاہی

کہ ای شیرین بت محبوب دلبند
ترا خسرو ہی ہر دم آرزو مند

تری رخ سی جہانکو روشنائی
ہر اک صحبت سی تجھکو پارسائی

سنا یون ہی کہ نیرنگ فلک سی
اوٹھاتی تو نی صدمی ہجر و غم کی

الم ہی مرگ یار پر ہوس کا
نہ کیونکر غم ہو اپنی ہمنفس کا

گل خاطر پہ خار کوہکن ہی
دل نازک پہ بار کوہکن ہی

پریشان الفت کی غم مین سراسر
لٹاتی چشم نی اشکون کی گوہر

بنایا باغ دل کاشانہ غم
کیا سرو روان کو نخل ماتم

یہی ہوتی ہی شرط دوستداری   اگری جو دوست پر یون شکباری
جو پروانی کی یون ہی شمع پر جان   سجا ہی شمع گرا وسپر ہی گریبان
پر اتنا ہی بہت ہی زندگانی   نکر رخسار گلگون زعفرانی
عبث کہتا ہی گل کو اسقدر خار   کہ گل کی ہین بہت بلبل خریدار
نہ کہہ مرنی سی اوسکی چاک دامان   کہ ابتو خار غم سی پاک دامان
اگرچہ ہم نہین ایسی ہین دلسوز   تری طالب ہین پر ویسی شب و روز
نہین مطلوب دل تیری سوا ہی   کہ درد دل کی میری تو دوا ہی
مگر فرہاد ہی کی دلمین جا ہی   موا پر تو اوسیکی مبتلا ہی
تری تیغ جفا سی ہو اریش   نہین ہرگز علاج مکرده خویش
رہی گر عمر بہر اس غم مین دلگیر   نہین بچنی کی اوس سے کوئی تدبیر
وفاداری نہین عمر روان سے   پہری کب تیر جب چہوٹی کمان سے
نہین کچہہ سود اس سے مین حاصل   بجز نقصان جان کا مشت دل
جو جنس حسن کا ہی گرم بازار   بہت ہو جاینگی اوسکی خریدار
نہین کچہہ غم لب شیرین سلامت   بہت فرہاد ہین شیرین سلامت
کیا نامہ نویسندی نی طیار   دیا شہ نی بلا اک پیک ہشیار
تو اوسنی خدمت شیرین مین جاکر   دیا نامہ ادب سی سر جہکا کر
وہ نامہ لیکی دست پیک سی زود   پڑہا سر تا با شیرین نی خوشنود
لگا پڑہتی ہی گویا دل پہ بہالا   ولیکن دلکو پہر اوسنی سنبہالا
رہی فکر جواب نامہ دلکش

مریم کا مرنا اور خسرو کا اوسکی غم مین ماتم کرنا

کہ مضمون کونسا ہووے جس سی خوش
نہ بس وہ زیر ازل سی دور گردون   پہر اک تا ہی پیوستہ دگرگون
وہ مریم تہی جو اک معشوق غمخوار   ہوئی تقدیر کی خواہش سی بیمار
رہا عاجز شہ خسرو دوا کر   عمل کرتی دوا کب ہی اجل پر
سموم مرگ نی پہر وہ گل پاک   گرایا شاخ ہستی سی سر خاک
برا روتی زمین قد رشک شمشاد   ہوا وہ سرو سر سبز ایسی آزاد
شہ خسرو نی اوسکی حسن کا گنج   چہپایا خاک مین جا کر بصد رنج
بہت کرا اوسکا پاس عزت و جاہ   رہا ماتم نشین شہ تا بیک ماہ
ہوا برپا جو تہا دلپر غم سخت   نہ رکہا پاؤن اوسنی بر سر تخت
رہی نیلی بدن پر ایک پوشاک   رہا ماتم مین اوسکی چشم نمناک
سنا شیرین نی یہ احوال جسدم   ہوئی سنتی ہی باہم شادی و غم
ہوئی اول غم مریم سی شادان   سبب جسکی تہی پابند ہجران
ولیکن پہر وہ روز مرگ کر یاد   رہی عبرت سی لب غمگین و ناشاد
بپاس خاطر شہ تا بیک ماہ   کیا عیش و طرب سی دست کوتاہ
یہ سوچی دلمین پہر وہ غیرت ماہ   کہ لکہون اب جواب نامہ شاہ
لکہا اوسنی جواب نامہ یکسر

نامہ شیرین کا مضمون ہی جس سے اشتیاق شہ افزون ہوا

کہ تہا تلخی مین فلفل سی فزونتر
لکہا بعد ثنا و حمد غفار   کہ ای خسرو شہنشاہ جہاندار
تری سایہ سی عالم کو ہی آرام   نہین ڈہونڈہی سے ملتا کوئی ناکام
پر اک شیرین جو ہی ناکام و مہجور   رہا کرتی ہی قرب شاہ سی دور
سجا لاتی ہی رسم خادمانہ   کہ ہی خواہان لطف خسروانہ
سنا جسدم سی ہی مریم کا احوال   مرا دل ہو گیا ہی غمسی پامال
بجا اوس بت کا غم شہ کی ہی دلپر   کہ رکہتا تہا اوسی جانسی فزونتر
مگر لازم نہین ہنا ہی پر غم   کہ شہ کی غم سی اک عالم ہی برہم
کیا ایزد نی عالم جبسی پیدا   کئی باہم غم و شادی ہویدا
جہان گل ہی وہان پر خار بہی ہی   جہان صحت وہان آزار بہی ہی
ولیکن انتظام ایسا کیا ہی   تحمل فوت انسان کو دیا ہی
ہوئی دنیا مین پیدا جو خردمند   رہی کب شادی و غم کی وہ پابند
یہ بہتر ہی نکر اب نالہ و آہ   کہ آخر پیش ہی سبکو یہی راہ
جو مہجور و نکا غم دلسی بہولایا   عوض مین اوسکی پہر مسند اوٹہایا
جو دست حرص شہ ہو گا کشادہ   ملیگا کوئی مریم سی زیادہ
نہین دنیا مین شہ گرچہ کوئی نیک   مگر افضل کیا ہی ایک پر ایک
گلو نہی کب ہی باغ دہر خالی   یہان ہر گل مین اک خوبی نرالی
جو قائم ہی ترا حسن جوانی   تو پہر حاصل ہی عیش و کامرانی
رہی تو ای شہ عادل سلامت   بہت دلبر ہین گر ہی دل سلامت

دیا قاصد نے نامہ شہ کو جا کر ۔ پڑھا خسرو نے شوق دل سے یکسر
ہوا طرز سخن سے اوسکی حیران ۔ کہا دل سے نہایت ہو پشیمان
سجایا تھی اوسنے جو داد سخن دی ۔ کہ شیرین کا جواب اخر یہی تر کی
ہوئی مطبوع شہ شیرین کی تحریر ۔ لگا پھر وصل کی کرنی وہ تدبیر
لکھا نامہ بعجز و خاکساری ۔ روانہ کی پھر اک زرین عماری
بہت کی پھر نیاز و چاپلوسے ۔ کہ یہان آئے بآئین عروسے
ولیکن وہ بت محبوب طناز ۔ رہی دامنکشان شہ سے بصد ناز
اگرچہ شہ پہ وہ عاشق بجان تھی ۔ تلون سے وہ شہ کی بدگمان تھی
لگی پھر شکر کشی کرنی وہ دلبر ۔ شکایت کی دینے کھول وہ دفتر
کہا خسرو نے دلمیں ہو کی مجبور ۔ کہ اپنے حسن پر مین بھی ہوں مغرور
کروں ایسی کسی دلبر کو بیتاب ۔ کہ جسکی رشک سے شیرین ہے بیتاب

بیان عدالت خسرو نامور کا اور عشق شکر نام دلبر کا

شہ خسرو جوان تھا اک طرحدار ۔ متاع نو کا تھا ہر دم خریدار
اگرچہ مائل عیش و طرب تھا ۔ عدالت سے مگر غافل وہ کب تھا
وہ یہ کہتا پانچ صف مردم کی آگے ۔ رہی جو در و ستم سب اوس سے بھاگے
صف اول میں ہوتی تھی تونگر ۔ دوم صف مین تھی سب محتاج و بیزر
سوم صف میں کھڑی ہوتی تھی بیمار ۔ چہارم صف میں محبوس گرفتار
صف پنجم مین خونی پا بزنجیر ۔ عقب تھا اونکی خط عفو تقصیر
نقیب آواز پھر دیتا تھا اس طور ۔ کہ پیچھے پھر کی سب اپنے کرین غور
جو مفلس چشم منعم مین گذرتے ۔ تو حال اپنے پہ منعم شکر کرتے
جو مفلس دیکھتی تھی حال بیمار ۔ تو صحت پہ وہ کرتی شکر بسیار
مریض اون قیدیونکی دیکھہ حالت ۔ سمجھتی اپنی آزادی غنیمت
قصاص خونیان قیدی سمجھکر ۔ بہت کچھہ شکر کرتی زندگی پر
وہ خونی دیکھہ خط عفو تقصیر ۔ سپاس و شکر کی کرتی تھی تدبیر
غرض کرتا تھا یون خسرو عدالت ۔ کسیکو تا نہو رنج و ملالت
رہین سردار اور محتاج شاکر ۔ رہی ہر حال مین ہر ایک صابر
غرض اک روز وہ شاہ جوان بخت ۔ ہوا تھا جلوہ آرای سر تخت
ہوئی حاضر وہان حکام دیوان ۔ کہ تھی سب حاکم ری تا سپاہان
سپہدار ختن سالار چین تھے ۔ شہ خسرو کی سب فرمان گزین تھے
ہوا اونجم مین جب دور ساقی ۔ رہا اوس جا تکلف کچھہ نہ باقی
ہوا خسرو پہ کیفیت سی دو بالا ۔ حیائی پاؤن پردیسی نکالا
یہ پوچھا سب سے پھر باخندہ نازی ۔ بتاؤ گر کہیں دلبر ہو کوئے
کوئی بولا کہ خوبی روم مین ہی ۔ لطافت اونکی غمزہ و بوم مین ہی
کوئی چین و ختن سے تھا خبردار ۔ لگا کہنی کہ وہان ہی حسن بسیار
کوئی کہنی لگا ہو کر یہ دلشاد ۔ کہ شاہا حسن ارمن ہی آباد
کوئی کہنی لگا قصای کشمیر ۔ عجائب حسن کی رکھتا ہی تاثیر
غرض اک شخص پیش شاہ خسرو ۔ ہوا اسطور شہ سے داستان گو
شکر نام ایک دلبر غیرت ماہ ۔ سپاہان مین ہی شہ کی حسب دلخواہ
وہ ایسی اک بت شیرین ادا ہی ۔ کہ خواہان جسکی سب خلق خدا ہی
رطب لب ہین شکر خندان سی تر ہی ۔ حلاوت مین وہ ہین تنگ شکر ہی
سہی اک عیب کہتی ہی وہ دلبر ۔ کری جو چاہی اوسکی گھر مین بستر
طبیعت ہی تجارت کی اوسکی عیار ۔ برنگ بوی گل ہتی ہی وہ ناش
متعجب کیا یہ شیرین ادائی ۔ کہ ہو بازار کی شکر مٹھائی
کیا وہ شربت لب جسنے نوش ۔ رہا مانند میخوار اوس بیہوش
ہوا شکر کا شہ کی دلمین یہ شور ۔ کہ ہر دم عشق کی گرمی کا تھا زور
کہا گر وہ سخن شکر سے ہو گرم ۔ تو بیشک کچھہ تہ ہو شیرین کو بھی شرم
یقین ہی ورنہ پھر اوسکی گرمی ۔ نہ بچی آہن کی ہو آہن گر بھی
کبھی اندیشہ ہای وصل شکر ۔ کہ کس صورت سے یہ ہو شکر میسر
وظاہر وہ لگا جانا سہی معیوب ۔ یہان بلواؤن تو یہ بھی نہیں خوب
رہا صابر اوس اندیشی مین یکسال ۔ کسیسے بھی نہ جانا کچھہ بھی احوال
جہانمین یہ مثل مشہور سی ہی ۔ نہیں وہ عیب جسمین کچھہ ہنر ہی
ہوا پھر حیلہ کاکر کی بہانہ ۔ سپاہان کی طرف خسرو روانہ
ہوا وہان جا کی خوشی شہ کی کیا شاد ۔ ہوا الشکر فروش خرم و شاد
ہی جسدم کہ شہ نے می کی ساغر ۔ ہوا ذوق شکر قند مکرر

ہوا اتنی مین پھر ہنگامۂ شب
ہلایا حلقہ تو جاگی خاموش
وہ خسرو کو بسان میہمانان
کہا آئی شکر با صد محبت
نگہ تھی مست اوسکی آنکھین تہین پرآب
لگی شہ کو پلانی وہ پیالی
پڑہی جب خواہش دل بی کم و کاست
پرستار اک حسین اوسکی تھی ومیانہ
کنیزک پیش خسرو با صد انداز
سمند شوق شہ کرتا جو مستی
مزہ دکہلایا شہ نی نیشکر کا
بیان کی داستان شاہ آفاق
ہوا پھر اختلاط شکر سی وہ شاہ
سمجھی معلوم ہی طرز جوانان
بہت حاصل ہی تجھکو نیکخوئی
کہا شہ نی کہ کیا تدبیر اسکی
ہوئی کچھہ حق کی ایسی کارسازی
ہوئی وہ اختلاط پھر حسب دستور
کہا خسرو نی اوس سی ای پریرو
لگی کہنی کہ سمجھا اک جوان تھا
کہا شہ نی عبث تو عیب بین ہی
لگی کہنی کہ کیا ہی عیب میرا
کسی سی پر نکچھہ مہر و وفا ہی
سمجھی دیتی ہو نہین حق کی گواہی
پرستارہ سی ہی ہین شوخ و دلبر
اوٹھا یہ بات سنکر شاہ ذیشان
ابھی تک تنگ ہین شکر سی مستور

لیا ساتھہ اک غلام شکرین لب
تو نکلا اک غلام حلقہ در گوش
گیا لیکر درون کاخ جانان
کہ پہلی چاہیی مہمان کو شربت
لئی ہاتھو نمین اک جام می ناب
بصد ناز و کرشمہ ساغر می
تو کی آگی سی آخر شمع برخاست
سنگہار کہا تہا اپنا اوسکو اندر
ہوئی گرم ادا و عشوہ و ناز
تو سو فرسنگ جاتا تہا پتی
کہ سہولی ذائقہ خرمای تر کا
کہ ہی جفتی کی فن مین جو طاق
نہ ہرگز اوسکی فن مین تہی وہ کاگا
کوئی آیا ہی مجھسا اور مہمان
جمال و خوبروئی حیرت گوئی
لگی کہنی وہ ایسی شیر دل کی
سمن بو ہو گئی بو بی پیازے
پلا کر می کیا خسرو کو مسرور
نہ کہہ پوشیدہ سچ بتلا مجھی تو
بہت خوش شہر دلگیر ندہ ہان تھا
ہر اک خرمن کی آخر خوشہ چینی
نہین مطبوع خاطر جو ہی تیرا
برنگ چرخ ہر دم کج ادا ہی
نہین عصمت مین میری کچھہ تباہی
یہی خصلت ہی جسکی ہین مقرر
بلائی سب بزرگان سپاہان
ندیکہا اوسنی اپنا کسی تیر بر

گئی اک پاس سی کچھہ شب فزونتر
جوان دیکھا حسین اک اوسنی پربیر
بٹھایا شاہ کو مسند کی اوپر
غرض وہ بت ہوئی پروینی ہمبر
دیا شہ کو وہ ساغر ہو کی خندان
ہوا جب شاہ کیف می سی مسرور
کیا شکر نی یہ حیلہ ضروری
پنہائی اپنی سب پوشاک و زیور
وہ خسرو حسن خوبی مین تہا معروف
کنیزک فرط لذت سی تہی مدہوش
اوٹھی وہ ہانستی جب صبح پرنور
وہ شکر سی بصد تمکین ادائی
لگا پوچھنے وہ شاہ جو سخنگو
لگی کہنی کہ تو بیشک ہی ویرا
ولی صد حیف ہی گندہ دہن تو
وہی پھر جالگی کی خسرو نی تدبیر
پھر اک شب وہ ہوا شکر کا خواہان
لگی دونو مین ہونی ناز و انداز
یہ بیشہ جیسی توفی ہی سہایا
فضیلت اوس سی رکہتا ہی اک تیر
تو سب کا دیکھتی عیب و ہنر ہی
کہا شہ نی یہی اک بدی کردیا
لگی کہنی گمان فاسد ہی تیرا
نہین باغ جوانی میرا پامال
ولیکن ہی کی اول ہین ہم آغوش
ہوا حال شکر کا سب پر عیان
یہ شکر جانی اک جیر تہی شہر

تو جا پہنچا سوی بازار شکر
فروزان رخ برنگ ماہ انور
دیا پھر شاہ نی اک کیسۂ زر
کہ نکلی ابر سی جون ماہ انور
وہین خندیسی تہا گویا نمکدان
ہوا بس کنار آخر کو منظور
اوٹھی اور شاہ سی کی اوس نی دوری
کہا اب کام میرا کر تو جا کر
ہوا القصہ کار دل مین مصروف
ہوا وہ عیش اوسکو بہتر از نوش
گئی پیش شکر لذت سی مسرور
وہ اک جام صبوحی لیکی آئی
کہ بتلا سچ یہ مجھکو ای پریرو
کہی شاہانہ سب کردار و گفتار
عوض خوشبو کی ہی گندہ دہن بو
برس دن تک نہ کہا یا کچھہ تغیر
ہوا اوس بیت چینی کا دہان
ہوا شغل کنار و بوس آغاز
جوان مجھسا کوئی دلچسپ پایا
دہن ہی تیرا مثل غنچہ خوشبو
نہ اپنی عیب کی لیکن خبر ہی
کہ ہر شب اک سہاگن ہی بنایا
سمجھی معلوم کیا احوال میرا
یہ آگئی ہی مصیبت مین نہین ہون جانا
شرابستان سی کرتی ہون ...
کہا سب نی کہ ہی وہ پاک دامان
کہ جلیسو نی سمجھی کس طور شکر

بلایا شہ نی اوسکو ہو شگفتہ
کیا ناسفتہ گوہر اوسکا سفتہ

غرض لیکی شہ شکر کو ہمراہ
مداین لو گیا پھر قصہ کوتاہ

اگرچہ شہ ہا شکر سی باہم
نخواہش پہ ہوئی شیرین کی کچھ کم

شکر کو یہہ نہ بات آئی گوارا
لگا گھلنی بدن جیسی ستارا

جو شہ تھا عاشق شیرین دلبر
شکر نی اور گرمی کی فزونتر

یہ کہتا تھا وہ اپنی دلسی ہر بار
نہین شیرین تو پھر شکر ہی بیکار

عبث مین اسقدر ہو کر خردمند
مگس وار اب ہوا شکر کا پابند

تسلی بخش مجھکو کب شکر ہی
مریض عشق کو شکر ضرر ہی

کبھی کہتا تھا یون ہو کر پشیمان
کہ ہوتی ہین حرم مین سرار شاہان

تعجب ہی کہ خسرو نام رکھکر
رہون مین خادم شیرین و شکر

یہ بہتر ہی رہون چندی شکیبا
کہ رسوائی نہین شاہونکو زیبا

عبث شان لبونکی لگو ہی چاہ
نہ بھولی سی وفا کی جو چلین راہ

بیان شب تاری کی جسمین شیرین کا دل بیقراری

غرض اسطور دیکر دلکو تسکین
وہ رہتا تھا کبھی خوش گاہ غمگین

ہوئی اک ور سی شب نمایان
رخ عالم پہ تھا ظلمت کا سامان

سیاہی مین بسان بخت برہم
درازی مین بر رنگ زلف پرخم

بڑھایا اوسنی یہہ تاریک دامن
کہ پوشیدہ تھی جسمین صبح روشن

وہ سرمہ سکی آنکھونمین لگایا
کہ بینا کو بھی نابینا بنایا

وہ شب پر ہول اک دیو سیہ تھی
پریوار اوس سی خایف صبحگہ تھی

صدائی سرزلی برگ اشجار
جگر ہیبت سی شق کرتی تھی ہر بار

ہوا ہی تند سی بس شب تار
چراغونکی لئی تھی اک سیہ یار

پر اوس ظلمت مین شیرین کا رخ زرد
بجای شمع یکسر تھا منور

نگینی یون شبہ مین تھی و شر
منور جسطرح کالی کا ہو من

کبھی تھی لعل گنتی مین تیغ و زاران
مگر اک آہ کی مشعل تھی سوزان

غرض شیرین نے جب دیکھا یہ سامان
ہوئی تنہائی سی اوسدم ہراسان

یہ کہتی تھی نہایت ہی کی نالان
ہوا کیون چرخ میرا دشمن جان

یہ شب ہی یا بلا ہی ناگہان ہی
رخ روز طرب جس سی نہان ہی

یہ شب کہتی ہی کیا سرکی بلا ہی
خبر دیں صبح کی جو ہی گلوگیر

عجب اندھیر صرصر نی کیا ہی
چراغ روز کو گل کر دیا ہی

ہوا جاتا ہی دل اس شب سی پامال
کہ اسکی اک گھڑی ہی جیسی اک سال

یہ بہتر ہی جو جان تن سی بدر ہو
خدا اس رات کی جلدی سحر ہو

عجب شیرین کی تھی اس غم سی حالت
بجی آخر سحر ہونی کی نوبت

شیرین کی زاری اور مناجات بدرگاہ باری

دیا حق نی یہ تحفہ صبحدم کو
کہ ہوتا ہی زوال اسوقت غمکو

کلید مخزن مقصود ہی صبح
کہ وقت طاعت معبود ہی صبح

جو بیمارونکی شب گذری ہی ناکام
سحر کیوقت وہ پاتی ہین آرام

کیا کرتی ہین اوسدم مرغ و ماہی
صفای قلب سی یاد الہی

خدا اسکی سکھی سی دل لگائی
یہ کیا ممکن مراد اپنی نپائی

بت شیرین بھی لیا وقت پا کر
ثنا ہای خدا لائی زبان پر

کیا گردن کو سجدہ مین جو خم
دعا کرنی لگی باچشم پرنم

کہ ای حاجت روای مستمندان
عطا کر مجھکو درد دلکا درمان

نہین تیری سوا اپنا کوئی غمخوار
تو ہی ہی اک گنہ بخش گنہگار

تری در پر جو آئی کوئی مغموم
نہین پھرتا تری رحمت سی محروم

تو ہی بندونکا اپنی دادرس ہی
سوا تیری کہان فریادرس ہی

کرون کیا عرض مطلب آشکارا
عیان ہی حال میرا تجھپہ سارا

اگرچہ رنج و محنت سی ہون دلریش
تری رحمت مگر رحمت سی ہی بیش

شب غمکی مری یارب سحر کر
نہ کچھہ میری گناہونپر نظر کر

رہی گریان جو یون شیرین غمناک
ہوا آخر کو لطف ایزد پاک

جانا خسرو کا بعزم شکار جانب قصر دلدار

اثر بخشا یہ شیرین کی دعا کو
کیا اوسکا گدا پھر بادشا کو

پلا ساقی کوئی صہبای مرغوب
کہ دلکو پھر ہوا ہی میل محبوب

بحکم حق ادہی شب کی سحر کو
اوٹھا شادان و فرحان شاہ خسرو

کیا دلمین جو اوسدم میل نخچیر
ہوا تیار وہ شاہ جہانگیر

جلو مین اوسکی وہ خیل حشم تھا
جو انبوہ ملخ سی کچھہ نہ کم تھا

بصد آئین و زینت شاہ پرویز
دئی چھوڑ اوسکے گہر شاہین اور باز
ہوا آسودہ جب دم صید سے شاہ
رہا جب قصر شیرین ایک فرسنگ
بہت غالب رہی تھی شہ پہ سستی راہ
ہوا جب مست کیفی سی یکبار
جلاے ہاتھ سے محبوب طناز
خبر دی خدمت شیرین میں آکر
وہ دم تھا اوسکو پاس ننگ و ناموس
ولی پہر کرکی پاس عزت شاہ
سوا اسکی جسے پیروجانہ نہ
کمال مہر سی وہ ماہ پارہ
سوار اسمین ہوئی شبدیز پر ہوا
رخ گلگوں تھا گلشن سے کچھ کم
نگاہ مست سے تھا سحر پیدا
صنوبر سا تھی مانند بلبل
اگرچہ تھی وہ خود غارتگر ہوش
کہی مدت سی آشفتہ مزاج دل
ہوئی درپیش اسکو سخت مشکل
سواری شہ کی جب نزدیک آئی
قریب در چو شہ تشریف لایا
نگہبانوں سے پوچھا کیا ہے منظور
کہ کریوں عرض تو شیرین سے جاکر
زیادہ گر نہیں تنہا گوارا
کنیزوں سے کہا شیرین نے سنکر
بچھا کر فرش دیبا اوسکی اندر
ہوا ہی گر بہار آکی مہمان

بیابان کی طرف پہونچا جلو ریز
در صید افگنی آخر ہوا باز
تو وہ پاسی منزل تھی کے قصد لی راز
فروکش وہاں ہوا شاہ تو جی تیز
کیا آرام شب کو تا سحر گاہ
ہوئی پھر آگی جب دم یاد دلدار
لئی ہمرہ غلام چند ہمراز
کہ آیا شاہ تنہا وقت پا کر
سجا ہاو سنی او سدم کا پابوس
کہا لوگوں نے لو یہ نقد ہمراہ
بچھاؤ راہ میں شہ کی سرا
لگی کرنی وہاں ہر سو نظارہ
صبا سے بھی سبک جسکی تھی رفتار
عرق چہرے پہ تھا مانند شبنم
کہ تھی پی تیر صید آہوئی صحرا
لئی ہاتھوں میں اپنی دستہ گل
رہی تا دیر بیہوشی سی ہمدوش
کیا تیغ ادائی اوسکی بسمل
بسان سرو تھی وہ پائی در گل
سر کی زربفت و اطلس کی بنائی
نگہبانوں نے سیم و زر لٹایا
وہ بولی حکم سے ہیں سخت مجبور
شہ خسرو ہی حاضر تری در پر
اجازت ہو کہ کرلی اک نظارہ
کہ ہی موجود خیمہ جو کہ پر زر
کرو قائم وہاں اک کرسی زر
کہوں جس جا رہی وہاں شاہ ہشیار

طلب شہ نی کئی صیاد پرفن
ہوا پر جب اڑا باز سبکسیر
غرض پہونچا سوئے ایوان لدا
زبس تہی انہی دنوں فصل بہار
گئی شب ہوگئی صبح منور
منگا کر اوسکے گہر سے وہ اسپ شبدیز
قریب کاخ پہونچا جب شہنشاہ
جو شیرین نے سنا تھا حال شہ کا
نگہبان در تھی جو کہ ہشیار
شہ خسرو یہاں پر جبکہ آئے
یہ فرما کر گئی پھر وہ دلارام
ہوئی گرد ایک جانب سی نمایان
قریب سر پہ تاج خسروانی
وہ خواب آلودہ آنکھیں جام سرشار
غلامان پریرو باصد انداز
ہوئی اوسدم نگاہ مست خسرو
جو ہوش آیا لگی کہنی کہ ہیہات
کرون گر وصل میں اوسکا تمنا
سواری شاہ کی دیکھی جو یکبار
زبس تھا فرش اطلس صاف و دلکش
ولی مقصود دیکھا شہ نی بستہ
کسی کو پھر بلایا شاہ نی پاس
یہ بہتر ہی جو ہو جاوی ملاقات
گیا خدمت میں شیرین کے وہ دربان
برابر کاخ کی باہر نصب ہو
مری جانب سے کہنا کا نچی اور
وہ دم فرصت میں آونگی لب بام

یہ فرمایا کہ ہو رہی صید افگن
بچا اوس سے نہ پھر کبک و کبوتر
کہ جسکا جان و دل سے تھا طلبگار
ہوا یخ بستہ وہ سارا گلستان
تو بیٹھا بزم میں مسرور جاکر
ہوا اوس پر بصد زینت سبک خیز
ہوئی احوال سے دربان آگاہ
شکر رنجی ہوئی دل میں مکرر
کہا اوس نے کہو لین در کو زنہار
تو سرپر اوسکی ہر اک زر لٹائی
ہوئی جلوہ کنان جاکر لب بام
نظر آیا وہ خسرو شاہ خوبان
عیان چہرے سے تھا فر کیانی
کہ تھی خوبان عالم جسکی بیمار
بصد زینت سوار توسن ناز
بسان تیر شیرین کی جگر کو
کرون کیونکر نہ میں اوسکی ملاقات
تو بدنامی جہاں میں ہو سراسر
تو دوڑی سب نگہبانان ہشیار
ہوا گھوڑونکی سم سے وہ منقش
رہا حیرت سے یکسر دل شکستہ
یہ فرمانی لگا اوس سے بصد یاس
بغیر اسکی بہر مشکل ہے یہ بات
کہا جاکر پیام شاہ ذیشان
گلاب و عطر سے چھڑکو زمین کو
کیا الفت میں تو نے مجھکو پابند
کرونگی عرض میں کچھ انکا پیغام

کنیزوں نے سنا جب حکم سطور — کیا طیار ساماں جا کے فی الفور
غرض نقل و شراب ارغوانی — مرتب کر کے ساز میہمانی
سرود و بادہ و چنگ و چغانہ — لگی شیریں کی خدمت میں اٹھانہ
ہوا پھر میل آرائش جو دلکو — نہائی آب گل میں وہ سمن بو
وہ گیسو تھے جو سنبل ساں پریشاں — بنی شانہ سے مثل مار پیچاں
ملا گلگونہ اوسنے رخ کے اوپر — گل تر کو ملا اک رنگ دیگر
وہ زیور یوں فروزاں تھا بدن پر — سپہر حسن پر گویا تھے اختر
وہ پشواز زری اوسکی بدن پر — کہی تو چاندنی چھٹکی سمن پر
خوشی میں رسم جب پابوس ادا ہوے — وہ بت ہاتھوں میں ہاتھ اپنا ملائے
سر کاخ اس شہ کی پہنچی دلآرام — ہوئی جلوہ کناں جا کر لب بام
سر شہ پر لٹائی گوہر ناب — بجا لائی رسوم عجز و آداب

سوال خسرو کا بلجاجت متضمن شکر و شکایت

اٹھا کر آنکھ دیکھا جبکہ شہ نے — تو کی تسلیم جھک کر شکر منہ نے
ہوا جب شہ دو چار اوس سیمبر سے — کہا خورشید نکلا ہے کدھر سے
شراب الفت دل سے وہ بیدل — رہا مدہوش جان و تن سے غافل
جو ہوش آیا تو پھر کر شکباری — دعائیں دیں دکھا کر خاکساری
کہ اے تازہ بہار گلشن حسن — رہے رنگیں ترا پیراہن حسن
رہے سرسبز تیرا سرو آزاد — بہار حسن سے ہم خانہ آباد
نہیں آزردہ تو مجھ خستہ جاں سے — ادا ہو شکر کیا کس زباں سے
مرا غنچہ صفت جو تنگ تھا دل — نسیم خلق سے تیرے گیا کھل
یہی لازم تھی شرط دلنوازی — جو کی عاشق کی تو نے چارہ سازی
زر و گوہر بپاس جاہ عاشق — کبھی صرف نثار راہ عاشق
حریر و اطلس و زربفت و دیبا — کیا میدان یکسر فرش زیبا
ولی اک بات سے ہوں سخت دلگیر — ہوئی ظاہر خلاف جاہ توقیر
میں آیا ہو کی آشنا آرزو مند — مگر صد حیف در تو نے کیا بند
اگرچہ کی نہ کچھ خدمت میں تقصیر — ولی اس راز کی وجہ ہی بتقریر
کہ تو ہی مہر بام برترین پر — مجھے ذرہ صفت چھوڑا زمیں پر
جو مجھکو تو نے ہی مہماں بنایا — تو کیوں اس طرح نظروں سے گرایا
نہیں گرچہ مجھے دعوی شاہی — ولی حرمت ہے یہ ادا ہی
یہ کب ہے لائق رسم کریماں — کہ برتر آپ بیٹھیں پست مہماں
ہنسی سنکے وہ محبوب طناز — دیا پاسخ دکھا کر ناز و انداز

جواب محبوب طناز بصد کرشمہ و ناز

کہ اے شاہ نکو سیرت خجستہ بخت — مسخر تیری پاپوسی رہی تخت
ہوئی جلوہ کناں گرمیں لب بام — تو زیبا ہے کہ مہرو میں ہی نام
ہوا خورشید نیلوفر کا دلبر — کہ وہ ہے آسماں پر یہ زمیں پر
جو فرمایا یہ تو نے ای خداوند — کہ کیوں یہہ بند دروازہ کیا بند
سبب یہہ تھا کہ سلطاں ہوئے ہیں ناز — نہیں مہماں مگر جو بندہ آز
یہ سب ساماں مہمانی ہے موجود — سوا اسکی ہوس کرنا ہے بیسود
بھلا ہو کس طرح قربت کا ساماں — کہ تو مست غرور پاکداماں
جو اس موقع میں حاصل ہو وے قربت — تو بیشک خلق کو ہی جائے تہمت
یہ تھا شایان رسم خسروانہ — کہ دلشورہ کو کی کرتا روانہ
ادا کرتا وہ پیغام عروسے — تو کرتی میں بھی شہ کی پای بوسے
خیال غیر کا کر دل سی اخراج — بناتا شاہ مجھکو فرق کا تاج
ولی برعکس اسکی تو نے یہ گھات — کہ زور خسروی سے آئے گر ہات
لگہ مثل گل کوئی دم خرم و شاد — اوٹھا کر اوسکی بو پھر کر دی برباد
مجھے بھی پاس رسم بادشاہاں — مروج یہاں نہیں رسم سپاہاں
تجھے میٹھی لگی اک شکر کی رغبت — نیاتی قند شیریں کی حلاوت
میں شیریں ہوں نہ شکر ہی بار — اوسی شکر کی شیریں جان گفتار
مناسب کیا ہے مجھ سے یہہ ظرافت — کہ میں ہوں قید ہی زندان آفت
ملی ہے مرغ و ماہی کو بھی آرام — مگر میں بحر غم میں ہوں ناکام
کہ ہوں بحر بلا میں غرق دن رات — نہ آیا ساحل مقصد کبھی ہات
اگرچہ غرق دریا میں بلا ہوں — ولیکن ایک در بے بہا ہوں
جو بحر عشق میں غوطہ لگائے — در ناسفتہ اوسکی ہاتھ آئے
وہ عاشق ہے نہ جو چاہے آرام — نہ کبھی کچھ قرار و صبر سے کام

سخن فرو شکوہ بادشاہی
ترہ دلسی کیا ہی کب مجہی یاد
سنا شہ نی یہ جسدم مہ لقا سی
کہ ای مہر سپہر خوبروئی
ہوئی سنکر جان سی ای ماہ پارہ
خدائی سرو کو دی ہی بلندی
بلندی مجہکو کچہہ ہوئی جو تجہسی
ہوا ہون تیرا بندہ بندگی کو
زبانی ہین ہمین سرار دنکا سزاوار
مگر شوخی سی تو نی ای پریرو
مگر یہہ دل جو تیرا مبتلا ہی
خدا کیواسطی اب ای پریرو
نہ رہ سکتا ہون نہین ہم بہر شکیبا
شرار غم سی کہاتا ہی جگر تاب
جو دیکہا بت نی شہ کا سوز و ساز
ہوا بحر غرور دل مین تو غرق
تو آیا تہا ہوا صحرا کی کہانی
رہی مین ناز پروردہ جہان مین
رہا پاؤنکی نیچی فرش دیبا
تری دلمین نہین الفت جو میری
ابہی تک شہر مین ہین جتنی شہزار
بلائین لطف مین کیا نہان ہین
عیان ہین تیغ ابرو کی نہ جوہر
عبث تجہسی ہی اب دلکا لگانا
جو تو شکر یہہ سوجہا سنی خدا ہی
چڑہائی جسکو ہی ابرو پہ خمدار
چلی بل کہا کی جب ناگنسی وہ چنچل

بتا سچ تو نی کیا محنت اوٹہائی — کیا ہی سر مین کب عشق چالین
مری ناشاد دلکو کب کیا شاد — تعشق مین کیا اپنا ہی نام

سوال شاہ سرفراز بکمال سوز و گداز

جہانکی ختم ہی تجہپر نکوئی — اگرچہ ہی عتاب دلبران ہم
بلندی تیری اب مجہکو گوارا — نہین صورت کوئی ای ماہ تابان
اوسی کب قصہ بخششی ارجمندی — کیا تو نی نثار زر جو مجہپر
تو کرتا مین نثار اشکونکی گوہر — اگرچہ پادشاہی مین ہون مشغول
کیا الفت کو تیری حلقہ گوش — ہوا ہون بندہ گیسوی دلبند
نہین لیکن سزائی کا سزاوار — گمان تیرا اسیر ہی یہ باطل
جو رکہی یاد میری دلسی یکسو — غم ہجر انین جاپا ہو کی مجبور
پہر اک دلبر مری دلکو برا ہی — مری آنکہہ نہین اک تو جلوہ گر ہی
نہو عاشق پہ یہ صورت جفا جو — اگر ہی سر بسر تقصیر میری
نہ تنہائی ہی تجہسی اب گوارا — مری قالب مین جبدم تک کہ جان ہی

جواب معشوق دلدار بہزار شوخی و انکار

کیا پہر یہہ سخن شوخی سی آغاز — ابہی سر مین نہین ہی شاہی کا ہی شور
غرور عشق مین کیون سونکا ہی — ابہی سر مین ہی ہی شور جاہ
عبث آیا ہی میرا جی جلانی — دکہاتا ہی جو مجہکو دام تزویر
ہوای گرم سی ہر دم اٹہاتین — گلونکا ہر گہڑی ہتا تہا بستر
ہوا اب فرش میرا سنگ خارا — خورش مین اب کہان حلوای تر ہی
یہہ تہی تقدیر کیا تقصیر تیری — جو ہوتی عقل کچہہ بہی مجہکو ہیہات
ہوس شیرین کی رکہتی ہین کیا شکر — ابہی ہی چشم مین میری وہ جادو
کہ کالی جنگلی آگی تیرہ جان ہین — ابہی تازہ ہی باغ نوجوانی
کہ کردی کتنی سرار دنکو — مناسب ہی جو خائف دل ہو تیرا
دل نازک پہ بار غم اوٹہانا — وہ سب تجہی لی سر پا تیری لعنت
تو شیرین کا بہی حافظ خدا ہی — اوٹہی سیہ کچہکی تلخی سی لا رام
تو سمجہا شہ علم کی آنچی تلوا — پڑی نی اپنی کچہہ ترچہی نگہ کی
پڑی خسرو کی لیپ سکڑون بل — قسم جان حزین کی پہر لائی

اوڑائی کب ہی راہ عشق مین خاک
لیا شاپور اور فرہاد سی کام
دیا پاسخ لب مہر و فاسی
نہین عاشق کو شیرین سی کچہہ کم
کہ ہون بالی کی صورت گرد دندان
عوض اوسکا بہلا ہو مجہسی کیونکر
گدائی پر تری در کی ہی مقبول
نہ آزادی تو کا مطلق آرزومند
کہ ہی تیری سوا مائل کہین دل
کرون دلکو کسی دلبر سی مسرور
نہ ہرگز دوسرا منظور ہی
میرا نا ہو دم ہون گر تدبیر میری
تو ہی دلبر ہی گو نامہربان ہی
زلال وصل سی کر اب تو سیراب
عبث مجہپر تری سودا کا ہی زور
کہ راہ عاشقی مین جاہ ہی چاہ
نہین وحشی جو مین ہو جاؤن نخچیر
مین اب رکہتی ہون لاکہون خیال و تدبیر
سجا ہی شیر خونناب جگر ہی
اوٹہاتی رنج مین کیون اتنا ذرا تو
کہ ہین دیوانی جسکی ترک و ہندو
لبون مین ہی زلال زندگانی
کہ اک عاشق کشی شیوہ ہی میرا
ہوا ناموس کا بچنا غنیمت
کہ اپنی راہ لی یہان تیرا کیا کام
سنی اک بات بہی سید نی شہ کی
دل نالان کی بیتابی دکہائی

کہا پھر خدا ای جان جاناں | غضب ہے یہ ترا ایجان جانا
جو یہ کہکر کیا گریہ کا آغاز | وہ بیٹھی شرمگین سر کو جھکا کر
اور وہ بیٹھی تھی شیرین منہ کو موڑی | ادھر خسرو کھڑا تھا ہاتھ جوڑی
کہا شہ نی کہ ای ماہ دل افروز | حساب اوس کا ہی انداز سی باہر
جو تیری ہی خوبروئی کی دلی چہی | ندیکھا کوئی مہرو تیرا ہمسر
سہی سرو چمن ہوں مقابل تیری کیونکر | تجھی ہی عیب خود بینی سراپا
غرور حسن اگرچہ ہی سزاوار | ندیکھا اسقدر اب ناز و انداز
جو لب شیرین ہیں تو شیرین ہو گفتار | نہ آیا لب پہ مطلب کا کوئی حرف
محبت ہی سے مہری چشم پوشی | نہ باتونکی سوا ہوا اور کچھ بات
اور اب سی سامنی سے کچھ بہا اوسکی | دریچہ جور و ستم کو کر بند
نہیں ممکن جو در کا کھولنا ہی | نہو زنہار منہ پر ابر جو شتر
جو تو چاہی تو خوشدل ہو سکی کیا | اب آگی ہی سراسر جان لینا
نہیں ہے جان بنا مجھکو مشکل | غم فرہاد پر خسرو کا غم ہو
اب ایجان وصل ہی میں مصلحت ہی | بہت کہلا چکی ہی اپنا کہنا
اگر ممکن ہوا ہی بہت اچھی | تو وعدہ کر کی کچھ تسکین مجھی دی
ہوئی شیرین یہ باتین سنکی برہم | تجھی درکار ہی یاں عیش و آرام
وہ عاشق ہی لی وہ ہائی غم جو لیکر | جہان میں عشق کی جسکی پڑی دہوم
ہوا عاشق فقط آواز سنکر | بنائی نہر کیا کیا کی مشقت
مراد پایا اوسی تو کی سنایا | نہ آیا قول تیرا کوئی صادق
بیان کرتا ہی میرا ظلم اور جور | نئی دلبر سی تجھکو ہی سدا کام
ہوئی تھی جاسنی میں آشفتہ تجھ پر | ولیکن عہد پر ثابت قدم ہوں
مجھی آپ وصل سی ہی ہجر خوشتر | شبستانی مجھی بہتر ہی زندان
کرون گر وصل تجھسی عمر افسوس | قسم دانندۂ راز نہاں کی
قسم ہی اپنی حسن دلربا کی | نہیں مستی کی تیری عذر خواہی
جو کی تقریر شیرین تلخ شہ نے | محال گفتگو دیکھی نہ شہ نے
کیا کوہ ستاں تجھ کو طول | جگر مردہ سی تھا جوں بید لرزان
بھلا جانا نہ تھا اس سنگدل کا | پھر اوٹھا اوسنی شہ خسرو بصد یاس

نہ کہہ اتنا مجھی پابند ہجران | گوارا جانکاہی اس آن جانان
ہوئی وہ ماہ پھر آگی دمسانہ | کہی انچل کا پردہ اپنی رخ پر

شاہ خسرو کا سوال بخاکساری تمام

انھیں باتونمیں آخر ہو گیا روز | کمال حسن تیرا ہے ظاہر
تو میری لگی آئینی میں دیکھی | فلک نی باہزاران چشم اختر
یہ ناز و نخرہ بھلا کب ہی یہ تقصیر | ولی با این جمال عالم آرا
نہ مر اتنا کہ کہلائی جفاکار | جفا کو ترک کر ای ترک طناز
نہ خرمی کی شیرین تلخ ہو یار | ہوئی اب شام اور ہی زیر شرف
سنا ہے تجھکو ہی اب گرم جوشی | ہو دی تو بار مجھکو آج کی رات
بجز نظارہ کچھ یہ ہوں بجا لونہ | محبت کا نہ کر ایجان در بند
تو کیا اب سے بھی مشکل ہو لنا ہے | نہیں اب بہ نقاب شرم رخ پر
مزہ اس عاشقی کا کچھ نہ پایا | ابھی تک نازتھا یہ ہیچ دینا
ولیکن رنج ہو گا تجھکو حاصل | تری اک لب پہ ٹھہرا الم ہو
کہ بعد از ظلم و جفا ہمت ہی | نہ کہہ اب شیشہ دل پر میری سنگ

شیرین کا جواب از روی عتاب

لگی کہنی کہ بس ای ہمسر حرم | تو سلطان ہی تجھی کیا عشق سے کام
جہان میں نام ہی وہ ہی سکا دہ | موا عاشق تھا اک فرہاد مرحوم
اوٹھائی کوہ غم دلبر گرانتر | مری خاطر اوٹھائی کیسی محنت
وہ قابت زندگی ہرگز نہ لایا | اور اک تو بھی بنا ہی میرا عاشق
نہیں معلوم کچھ یہ بنا تجھی طور | نہیں بنا کبھی بی عیش و آرام
کہ جسکی ہی تجھی سخت افسر | اگرچہ لاکہ پابند الم ہون
جو مجھی مجھکو اب رونکی برابر | نہیں درکار ہی تیری شبستان
تو فتنہ سر پہلوان میں ہر تفصیل کا | قسم ہی خالق کون و مکان کی
قسم ہی غمزہ و ناز و ادا کی | کہ دل جب تک نہ بخشیگا گواہی

پھر نا خسرو کا مایوس بصد رنج و افسوس

ہوئی او سجادہ عا لکین مقبول | پھر سو تھا شیشہ برف باران
نہ بگھلا دل مگر اوس سنگدل کا | شب تاریک سی گذرا جو اک پاس

اگرچہ حال سے بیسے زبون تہا
غنیمت یہ اوسکو ہی سوز درون تہا

عجب تہی غمسی اوس بیدل کی حالت
نہ رہنی کی نہ چلنی کی طاقت

غرض باصد ہزاران نالہ و آہ
بہت مشکل سی پہنچا تا بہ درگاہ

رہا آنکہون سی اوسکی شب خواب و خور
مگر غمخوارگی کرتا تہا شاپور

لگا شاپور سی کہنی وہ بیدل
کہ سارا خلق تہا شیرین کا طالب

بیان اوسکی کرون کیا کج ادائی
کہ کیا کیا اوسنی کی بی اعتنائی

بیان اوس سی کیا آزار ہجران
بتایا زہر اوسنی جای درمان

دکہاتا تہا مین اپنی زخم دلکی
چہڑکتی تہی نمک مرہم کی بدلی

اگرچہ ہی بت سیمین پہ دل ہی آہن
بظاہر دوست باطن مین ہی دشمن

عبث عشاق کو ہی کاوش جان
نہو وہی جبکہ اونپر مہر جانان

کیا حق نی مجہی شاہونکا سردار
اوسی دل دون جو ہو لیکن سزاوار

اب ایسی دلربا سی دل لگاؤن
حسد سی جسکی شیرین کو جلاؤن

کہا شاپور نی سن ای جوانبخت
دل نازک پہ مت کہہ یون سخن سخت

عبث اس غمسی تو آشفتہ جان ہی
کہ شیرین تجہہ پہ دلسی مہربان ہی

سنو شیرین کی تلخی سی تو رنجور
کہ شیرینی مین گرمی بہی ہی مشہور

کوئی صدمہ جو یون لیکر وہ تہا
وہ آتا سہی زبان پر کیا نہ لاتا

ثمر لائیگا نخل کامگاری
مگر اب صبر سی ہو آبیاری

شکستہ دل نہو جور و جفا سی
نہو فارغ خیال دلربا سی

غرض شاپور ان باتون سی ہر دم
گہٹاتا خاطر خسرو سی تہا غم

خسرو کیطرف شیرین کی روانگی بہ فور دیوانگی

پلا ساقی کوئی ساغر شتابی
کہ آیا اب ہی وقت کامیابی

ہوئی آخر ہیں ایام ہجران
ہوا عیش و طرب کا ساز و سامان

سہی ہی شائع دنیا سراسر
کہ بعد از تلخ شادی ہی میسر

عجب عشق پر فن ہی نگاہی نیرنگ
کہ جس سی عاقلون کی عقل ہی دنگ

دل عاشق کو کیا کیا کچہہ دکہائے
کبہی معشوق کی دلکو ستائے

جدا شیرین کی نظرون سی ہوا شاہ
اوٹہی آخر کو وہان سی کہینچکر آہ

وہ ظاہر مین تو شیرین خشمگین تہی
بباطن عاشق اوسکی نازنین تہی

ہوا آخر وہ غصہ آفت جان
بہائی اشک مثل آب باران

ہوئی یون سوز درد و غمسی بیتاب
کہ جون آگ پہ بیتاب سیماب

خجالت سی وہ کہتی تہی کہ ہیہات
نکی الفت کی شہ سی ایک بہی بات

یہ محنت جب اسطی جسکی اوٹہائی
اوسی یون مایوسی تابی

محبت نی جو دلپر جوش مارا
نہ پایا صبر نی آخر کو یارا

اوسیدم ہوئی گلگون پہ جلوہ ریز
چلی وہ بیتاب سی درگاہ پرویز

کنیزون مین فقط اک پاس ہمراہ
ندیمون مین خیال صورت شاہ

شب تاریک تہی گیسو کی ہمرنگ
اوس اندہیالی مین اٹہی دو گہوڑ تہا لنگ

کیا تب بہت کچہہ جب تکاپو
تو پہونچی تا بلشکر وہ پری رو

جو گرم خواب تہی سب چاکر در
پہنچتی تہی ادہر سرائی مین بیکسر

کسیکو کچہہ نہین اپنی خبر تہی
نہ کچہہ پرواہ مال و فکر زر تہی

مگر بیدار تہا اوسدم وہ شاپور
کہ طبع شاہ کو کرتا تہا مسرور

وہ کہ خسرو کو اوسدم مائل خواب
بہ رون خیمہ آیا طالب آب

یہ دیکہا اوسنی اک جانب کو گمراہ
کہڑا ہی اک سوار حور پیکر

قریب اوسکی گیا وہ پہر خرامان
یہ آہستہ سی پوچہا ہو کی حیران

کہ یہان بیگانہ جو بیتر اگذر ہی
یہ سچ بتلا پری ہی یا بشر ہی

شہنشاہ جہانگی ہی یہ درگاہ
بنی یہان شیر صحرا آکی روباہ

کہا شاپور نی جب یہہ پکارکے
اوتر گہوڑے سی وہ چاند لپیٹے

یہ بولی تو ہی غافل کسقدر ہی
خبردارون سی آتنا بیخبر ہی

سنی آواز دیکہا غور کر کے
گرایا تو نیلہ وس شاہ قمر کے

لگا کہنی کہ کیا جیمین سمائی
جو تنہا اسطرح تشریف لائی

تعجب ہی یہہ ای ماہ درخشان
شب تیرہ مین کیونکر آئی پنہان

تو پہر شیرین نہایت مہربان ہو
گئی لیکر کی اک گوشہ مین اوسکو

جو گذرا تہا وہ افسانہ سنایا
غرض راز نہفتہ سب جتایا

وہ پہر عذر خواہی شہ کا جتانا
ستمگاری و ناز اپنا دکہانا

لگی کہنی پہر آیا شہ جو پابوس
رہی مین ہی وہان پابند افسوس

ہوئی دلکو تسکا یک بیقراری
تو یون تنہا ادہر کو مین سدہاری

ہوئی اب چارہ سازی سی مین مجبور
جو ہی تقدیر مین مجھکو ہی منظور
تجھی کرتی ہون نیک و بد کا مختار
وہی کر جو کہ ہو میری سزاوار

ولی وہ بات کی ہون آرزومند
سراسر دل ہی اون باتون کا پابند
کہ اول تو یہی دل کو تمنا
کری جشن طرب جب شاہ برپا

بٹھا تو مجھکو پیش شہ جگہ مین
خبر پہنچی نہ ہرگز گوش شہ مین
کرون نذرانہ شہ کا مین نظارہ
نہو یہہ راز ہرگز آشکارا

جو ہو دلکو مری اک ہی یہ خواہش
کہ ہووی وصل کی جب شب کو خواہش
عروسی کا ادا ہو رسم اوسدم
مقرر ہووی باہم عہد محکم

رہی میری ہی الفت مین گرفتار
نہ کچھ ہی دوسری سی پہر سروکار
جو دو باتین یہ ممکن ہون تجھسی
تو کر اس وقت عہد راست مجھسی

نہ ممکن ہون تو پہر جاوین وا شد
نہین بہولی یہان تک کرکی مین یہ
سنا شاپور نی اوس سی یہ جسدم
کیا سوگند کہا کر عہد محکم

وہ گلگون پہر شبدیز سی لاکی باندھا
نہان خیمی مین پہر شبدیز کو لایا
مکلف مختصر اک بارگہ تہی
قریب بارگاہ بزم شہ تہی

وہ رشک مہ ہوئی یون اوس سی پنہان
کہ ہو ہی سیج مین جون ماہ تابان
غرض شاپور یان اوسکو بٹھا کی
ہوا موجود شہ کی پاس آکی

یکایک کہل گئی پہر آنکھ شہ کی
سنو شاپور شفقت سی نگہ کی
یہ فرمانی لگا صد آفرین ہی
جو خدمت ہی مری غافل نہین ہی

مبارک تہی دیکھا اسکو ہی خواب
کہ آئی جس سی تن مین طاقت و تاب
کہ گویا ایک چمن مین گذری ہی
کہ اوسمین بار ور ہر اک شجر ہی

بہم شاہنشہی مین بہر ہی ...
کہ ہون شوق عاشقی مین ...
شگفتہ ہی یہان ہر رنگ کی گل
بہم گرم نواسنجی ہین بلبل

اور اک روشن چراغ ایام ہی ہات
کہ اتنی مین گئی کہل آنکہ ہیہات
کہا اوسنی کہ ہی اوسکی یہ تعبیر
کٹی ایام غم ہی راست تقدیر

بہار زندگی ہو مجھکو حاصل
شگفتہ ہو تر اب غنچہ دل
درخت آرزو لایا ہی اب بار
ہمیشہ سرسبز ہم آغوش دلدار

چراغ اوسکا جو روشن تو نی پایا
سبب ہی روشنی چشم و دل کا
ہوئی ہی آج کی شب ... مسعود
کہ جسکی ہی سحر اک صبح مقصود

یہ لازم شہ کو ہی جب صبحدم ہو
مرتب محفل شاہانہ ہم ہی
جو مژدہ اوس سی دوری سنایا
تو شہ کو پہر خوشی تہی تا آب آیا

عشرت کی داستان ہی کہ بزم خسرو کا بیان ہی

ہوا سلطان خاور جب نمایان
ہوا شبگیر دمہ گوشہ مین پنہان

اوٹھا شادان و فرحان شاہ ہو پہ ...
ہوا پہر زین خلوتگہ پر وان تیز
وہ پہنی شہ نی پوشاک شاہان
تصدق جسپہ سارا کشور چین

سہا حسن ہو رخسی عیان تہی
مجمل جس سی بہار بوستان تہی
ہوا پہر جلوہ فرمای سر تخت
بہی فرمانبر اوسکی دولت و بخت

ہوا پہر خواستگار مطرب و نی
لگی آنی صدا ہی بربط و نی
بچہا محفل مین فرش طلسی تہا
مجمل جس سی یہ عرش اطلسی تہا

پڑی خیمی مین پردی تہی شفق رنگ
کہ تہا بہنی فلک کا عشق رنگ
وہ نقشینی تہی تمکیری کی بہا
فلک پر یا شعاع مہر انور

غلام و بندہ زرین کلہ تہی
کہڑی وہ صف بصف جمشید سیمبر
معطر وہان جو ہر اک گلبدن تہا
مکان وہ جشن کا سارا چمن تہا

نہ اوس محفل مین نامحرم کو تہا بار
نہ تہی ہان نام کو بہی بو اغیار
صدای قلقل مینا و مادم
دلونکو کر رہی تہی صاف و بیغم

سجایا باربد نی جبکہ ہی ساز
اوٹہایا اک نیا گانی کا انداز
نکیسا نام ہان مطرب اک آیا
عجب دہن سی نرالا راگ گایا

کہ یکسر محو سب پیر و جوان تہی
سر مطرب پہ سب گوہر فشان تہی
جہان مین جسکا تہا مطرب وہ کامل
نہ تہا جز باربد اوسکا مقابل

شہ خسرو بعیش و شادمانی
سراسر کر رہا تہا زرفشانی
ضرورت کچھ ہوئی شہ کو کہ الحق
ہزاروں اوسمی سی باہر ... عاشق

تو شیرین نی بہی یان اک قصہ پاکر
کہا شاپور سی اوسدم بلاکر
کہ اک مطرب کو تو اسجا بلائی
وہ تا کچھ میری حسب حال گاوی

نکیسا کو وہان اوسنی بلایا
غرض سب حال اوسکو بتایا
کہا نغمہ وہ ... سی بار
کہ ناگاہ حال ہو شیرین کا شہ پر

نکیسا پر کہلا جس دم کہ یہہ راز
ہوا شہ کا اشارہ بار بد کو
امید وصل اندازوں سی اوٹھی
کہاں ہی بلبل شیدا گلشن
عبث اب تیری فریاد و فغان ہی
خزان ہجر کی گذری ہین ایام
شگفتہ غنچۂ مقصود ہی اب
اوسی سہہ جانشی فی بندگی ہی
نہین لازم جو تاب سرکشی کر
دلا لکب ہی تیرہ وصل جانان
ہوا ہی رنج جانانسی یہہ عالم
اگرچہ ہی وہ نوگل رشک گلشن
اگر وہ گنج ہاتھہ آئی تو سینہ
ولیکن دل اوسیکا مبتلا ہی
یہہ ہون تیر نگہ کا اوسکی آماج
شکستہ دل ہوا ہی شاہ خوبان
دکہایا اکسی لبرنی پہہ نازا
لبون نی بادہ گونی کی جو پیش
اگر وہ گفتگو قلقل سی تہی تیز
یہہ لازم عاشق پرشوق کو ہی
کری کب تک دل مضطر صبوری
رہا اوسکو جدا ابتک تجہسی انکار
کہان تک آرزوئی دل نہان ہی
مگر پوشیدہ ہر پہلو مین تو ہی
برنگ گل شگفتہ دل ہی میرا
مگر وہ غیرت سرو لب جو
بظاہر آنکہہ سی پوشیدہ ہی تو

کیا نغمی کا اوسنی اک نیا ساز
شہ خسرو جو پہر تشریف لایا
کہ میری حال سی کچہہ نغمہ پرداز
لگی گانی وہ مطرب اک پر درد
عیان سوز دروں سارز وسی اوٹھی
ادہر سی تہا جو معشوق تیر آئی

رنگ نکیسا کی گانیکا دلیل ہی شیرین کی بتانیکا

کہ ہر جانب بہار بوستان ہی
خوشی سی ہو کوئی دم نغمہ پرداز
بہار وصل کا اب ہی سرانجام
چلی باد بہار کامرانی
کہ مقصود مطلوب دل مع جو دہی اب
زرا اک نازسی سرو سرفراز
گلی مین اوسکی طوق بندگی ہی
زبان پر اوسکی ہی فریاد کو کو
ہم آغوشی ہی اوسکی دلخوشی کر
چمن مین شاہ کی مینا و ساغر

گانا باربد خوش الحانکا نمونہ خسرو کی دستانکا

کہ سینہ ہی مرا کاشانۂ غم
وہ بیداری تہی یارب کہ تہا
مگر کاشوقنی پرہی اوسکا دامن
مکان اوسکا اگرچہ گنج زر ہی
کرون اوس گنج عشرتکا خزینہ
جو ہین گیسو وہ سمجہا مشک تاتار
فسون عشق اک کالی بلا ہی
ستم کہتا تہا ہمین جہان مین کر
بنا وت بہکو اپنی فرق کا تاج
سجہا ہون دام سی اوسکی بالی

پہر نغمہ نکیسا باواز شیرین ہی جسسی عیان اثر شیرین ہی

تو پاس اوسکی ہی لذا یکا سہی
جو کی معشوق نی کچہہ ادا کی
ہوئی وہ دران جسمی جگر پیش
اگر چہ وہ سست شوخی تہی ادا مین
ہوئی اب صبر عاشق سی گریز
اوٹہائی تو نی گر تلخی سخن کی
ہین یکجا خوشی سی ساغر می
یہی ہی آرزوئی دل سراسر
نہین تن کو رہی ہی تاب دوری
عبث تو مقصد لیسی ہی پاس
وفا کا تہا نہ کچہہ اپنین اقرار
ہوئی جب عجز کی تجہسی نمائش

نغمہ باربد ہوش ربا ہی لکین دعا عشق کی دوا ہی

نہان ہر گل مین تو مانند بو ہی
بہار عیش کا اسجا گذر ہی
نوازن شیشہ محفل ہی میرا
یہہ ساز نغمہ سی آتی ہی آواز
وفا سی کا اب ہوا ہی میر ادلجو
یہہ دن ہی بادہ و صہبا اور گل کا ہی پیغام
ملی پائن مین عیش پردہ ہی تو
بہت سی کہا دل عاشق کی آواز

نرالا رنگ گانیکا جمایا
کہ جس سی نغمہ ناہید تہا گرد
ادہر سی بہی تہا نغمہ عاشقانہ
کہ فصل گل ہی بزم آرای گلشن
مہیا ہی چمن مین عیش کا ساز
گا وہ پہر جہا گیا رنگ جوانی
کہ قمری اندنون ہی تیری دمساز
ہوئی عاشق تری ای سرو دلجو
عیان ہون صورت سرو گل تر
کہ مدت سی ہی دل پابند ہجران
کہ تہین کہہ مین لیوس گل ہی سراز
دلی کیا فائدہ جب بند در ہی
حقیقت مین جو نکلا یار خونخوار
کہ گر کچہہ مہر ہوا مت جبین کی
کرون شاہی مین اوسکی مین گدائی
کہ ہاتھہ آیا ہی درد دل کا درمان
طبیعت اپنی پر اوسکی آئی
ہوئی پابند زنجیر حیا مین
حلاوت پائیگا آب دہن کی
نکالین کام اپنا پیکی ساغر
کہ ہی معشوق تیرا آستان بوس
در بستہ کو دی حق نی کشایش
کہ مدت سی مری آشفتہ جان ہی
خزان آخر ہوئی رنگ دگر ہی
ہوا ہی ساز گار اب بخت نا ساز
یہہ ہون کب تک آتش ہجر سی صحبت ناکام
بجا ہی گل بدر کہلا اب ہی خار

جو مجھ عاشق کو تو سمجھی ہوا خواہ
ہوا یون بار بار جب پڑہ افگن
لگی فریاد کرنی وہ پری زاد
ہوئی طاری جو اک حسرت پہ حالت
جو شیرین کا او سکی کوئی تراشہ
ہوئی اس قصد سی شہ کی ترش رو
لگا پوشیدہ پھر کہنی وہ شاپور
کیا اسکو خدائی غیرت ماہ
بلا کر اب بزرگان مداین
ولیکن چاہتا ہون آج وہ رات
لگی بھر بھر کی دینی ساغر می
کبھی زانو پہ شہ کی اوسکا تہا سر
پی صحبت فزون مستی شہ تھی
ہوا جب صبحدم خورشید تابان
پلا ساقی کوئی اب جام رنگین
شہ خسرو کی بہی پھر عروسی
سہشتی روح جو عشق تہی ہزاران
بیک جانب گروہ شہسواران
وہ اسپان سبکرو مثل صرصر
وہ پیلان سیہ تھی ابر توقیر
یہ شہنائی و کرنا کی تھی الحان
شہ خسرو سوار اسپ شبدیز
جلو مین سب غلامان پا پیادہ
لٹاتی ہر قدم تھی شاہ پرزر
کہی باشندگان شہر سیجاہ
طلب کر عہد اسکا اپنی تجسم
خدائی اب جو ایسا ان کیا ہی

رہون گلچین تیری گلشن کا باشاد | جو آئی بزم مین وہ غیرت گل

بہا پھر کہلا پردہ نشاط ہی کہ عاشق و معشوق کا اختلاط ہی

کرا وہ فریاد سی کی شہ نی فریاد	سنی جب بات وہ نی شیرین کی ارا
کیا اون مطلوبکو شہ نی رخصت	ہوئی نامحرم اوس خیمی سی دور
لگا شہ کرنی آہ عاشقانہ	محبت نی جو بارا دمین پھر جوش
بت شیرین ہوئی پھر سر گرا	ہوئی حیرت یہ پھر خسرو کی دلپر
کہ شاہا عہد سی شیرین ہی مجبور	جو شیرین ہی معلی خاندان ہی
بچائی وداع خجلت سی اسی شاہ	کہا شہ نی کہ ہی سوچا ہی منظور
سپرد اسکی کرون مال و خزاین	کرون سب بہو شو بندین اسکو متانہ
رہی یان شغل ہی الفت کی ہر بار	ہوئی شیرین جو اس خواہش سی آگاہ
ہوئی پھر گرم بزم نغمہ و نی	کہون کیا اوسگہڑی مین شہ کی حالت
کبھی پانو پہ اوسکی شہ کا افسر	کبھی ہاتھ اوس گلِ خندان پہ تہا
ولی سوگند وہ انیر ستہ وہ تھی	غرض اوس رات شیرین اور شہنشاہ

مراجعت خسرو با معشوقہ گلفام اور شادی کا سر انجام

کہ ہی سامان عقد ماہ و پرویز	موافق اب ہوا ہی مہر و دوران
ادا کی رسم و آئین جو ہی	ہوا شیرین کو لی خسرو روانہ
بہت کی آب پاشی شہ بابان	صدا دیتی نقیبان خوش آوازہ
بیک جانب تہا خیل تا بعداران	مسلح پہلوان پولاد جوشن
کہ تہا نقش قدم جنکا ہوا اپر	شتر ایسی سبک جنکی تھی رفتار
کہ جنکی کہکشان بنجا ئی زنجیر	کہڑی تھی مردم افواج یکسر
کہ جاوس فلک سے جس تہا قصان	جو پرشک بہو رصد ہا لولیان تھی
ہوا تہا قلب لشکر مین جلوریز	بت شیرین بہی تھی تنہا عماری
کہ یکسر تھی حسین عنبرین مو	زمین پر سطح وہ ماہ پارے
گدا وہانکی ہوئی یکسر تو انگر	غرض با شوکت با صد آئین
کہ استقبال لائی شہ کو ہمراہ	اوتارا لا او نہین مسقر آئین
بہت پاشا ہ نی سکو بہ تعظیم	کہا سے کہ یہ سب پرپیان کر
کروان گرجان فدا اور سیر جا ہی	کہا سب نے کہ ای شاہ جوان بخت

تو بیشک نعرہ زن ہون مثل بلبل
کیا شیرین نی اپنا چاک دامن
بنا خود ہو کی جیو دا وسکا دامان
رہی شیرین و خسرو اور شاپور
ہوئی دلکو تمنا ہی ہم آغوش
کہ کیون شیرین ہوئی مجھسی ملند
خیال رسم شادی بیگمان ہی
کرون پیوند سی مین اوسکو مسرور
اوٹہاؤن ولیہ بار بار اندازہ
تو بہیجی آگی نزدیک شہنشاہ
جو پہونچی صحبت شیرین سی راحت
وہین گاہی دہان یار پر تہا
رہی عشرت سی باہم تا سحرگاہ
چلی سوی مداین پھر شتابان
مبارک میکشی ای بادہ خواران
سوی شہر مداین خسرو روانہ
ادب سی چھوڑ دیا اپنا نہ انداز
کہڑی تھی صورت دیوار ایمن
زر و لعل و گہر سی تھی گرانبار
نئی وردی نئی پوشاک تن پر
وہ سب قصان سر تخت روان پر
چلی اس ٹہاٹہ پر وہ ہی سواری
کہ جیسی آسمان پر ہون ستاری
سواری شہ کی پہنچی تا مداین
مہ و خورشید طرح برج سماءین
کہ شیرین پر ہوی قربان جان ہی
رہی قائم ترا یہ افسر و تخت

مکان دل کی آبادی ہوئی تھی
بنا ہا محبوب سے عقد محبت
ہوئی شادی بہم بادشاہانہ
خوشی کا جب ہوا اوسکو شمارہ
ہر اک چرخی تھی مثل چرخ گردون
ہتھفشی کی ہوئی روشن جو چاپن
کوئی سورج مکہی جس دم چھوڑاتی
انکھون مین صف مہتابی کا جو تکہ
کسی جا دیو کاغذ کی لڑے
عجب اوس دم تھی بیاہی دولہنکی
وہ جوڑا نازکی سے کسمسا تھا
وہ انکھین بسکہ اوسکی شرمگین تھین
اگرچہ ستر رہ گھونگھٹ تھا اوپر
وہ اوسکا دیکھکر حسن یگانہ
رہی جو ایک مدت شہ سی مہجور
ہوئی شہ کی طلب خلوتسرا مین
ہر اک جانب مین وہ ساغر مے
ملا تھا ہر کسیکو خلعت و زر
ہوس غالب تھی و دل طالب کام
گیا لیکن وہ ہاتھونکی سہارے
ضعیفہ دایہ اک اوسکی تھی غمخوار
کیا آراستہ زیور سے اوسکو
زبس نشہ مین تھا خسرو بہت چور
ہوا یون اوسپہ آخر حملہ شاہ
جوان نوشہ کو چھوڑا پیر زن نے
چلی وہ شرم سے انکھین چرا کے
اکیلی سب … شیرین نے آکر

بڑی چاہت سے …
بر آئی آرزو با صد مسرت
کیا سو جان سے شہ شکر الہی
تو آتشبازی کی کہولا پٹارہ
کہ جیسے برق سے ہوتی تھی قربان
ہوئی ساری زمین فرش مشجر
رخ مہتاب پر چھوٹی ہوائی
قلم شعلہ بنا صفحے کے اوپر
کہین ہاتھی سے تھی ہاتھی …
نہ سی کم تھی بیاہی دولہنکی
پسینا بھی دولہن کا عطر سا تھا
تصور شہ کا ہر دم کرتی تھین
نگہ کی تیر پر اوسکی تھی باہر
فدا ہونی لگا سارا زمانہ
نتھی اوس دم اسی پر صبر …
کہ ماہ و مشتری ہون ایک جا مین
چلا یکبار آتش مین پیا …
ہوئی جب نیت کی دہن سے …
خوشی سے شہ نے پی دو … جام
رقیب خلوت اوس سے جا …
کہ چرخ پیر تھا جسکی سزاوار
چھپایا جا ہا … سے
تمیز نیک و بد سے صاف تھا دور
پکڑ لی شیر جو … مین …
کہی تو جا کہ جھوٹا کس نے
بہت کچھ نہ ترلب تھی شکر …
بلا لائی …

سہارا کس مد بد کو خسرو نے بٹھایا
کہا یہ ملک ہے سب … تیرا
ہوا شور مبارکباد برپا
اناروں سے گل افشانی کہائی
جو چرخی نے دکہایا زور یکسر
زر بس شاخ دیکا تھا اوسوقت …
بنا گردون پٹارہ پتلیون کا
گل افشان جو زمین …
رہی کیفیت اوس عشرتسرا مین
وہ زرین جسم پر جوڑا شاہانہ
فروزان تن تہا اوسکا پیرہن مین
غضب کی تہین …
کہون کیونکہ نہین اوسکی دہن تھا
کسی مین کچھ نہ لایق اوسکی …
کسی محرم کو پاس اپنی بلایا
وہان شہ نے … عیش و طرب تھا
نکیسا باربد استاد فن تھے
کسی نے شہ کو یہ مژدہ سنایا
کیا شیرین نے جس دم شاہ پر …
جو دیکھا … نقشی مین اوس نے …
سراسر برف خوردہ سیب ستان
وہ نوشہ تھا بنا اک سیب چال
ہوا شیرین بیچ جہکر اوس سے چسپان
جو دیکھا اکہ زمین کو جا نگاہ
کہا شیرین نے جا ایسا جان …
وہ تحفہ میوہ باغ جوانی
… شہ نے سب جب کیا نوش

وہ دولہن کا ہاتھ اپنی ہاتھ لایا
دگر … شہ سے پر تیرا مین فدا
لگی نغمہ سرائی ہونی ہر جا
چمن ساری زمین … سے بنائی
زمین پر گر پڑا مہ کہا کی چکر
پری کی طرح تھی طاؤس …
ستاری جسکی پردے سے ہویدا
مہ و اختر کی انکھ اوسپہ لپٹی تھی
دولہن کو لیگئی خلوتسرا مین
ہوئی جب سے منور بزم خانہ
کہ جیسے جان ہو فانوس تن مین
کہ ہرن کی طرح کرتی تھین …
اگرچہ تھا دلیکن بی سخن تھا
بجز نقد دل و جان و نہانی
اشارہ انکھ کا اوسکے بتانا
مہیا جشن کا سامان سب تھا
سمان اک تھا بندھا کا …
کہ جانی آپ کو اندر بلایا
رہا مطلق نہ شہ کو تن کا کچھ ہوش
ہوئی اوس دم ظرافت اوسکو منظور
نہ تھا اوسکی دہن مین ایک دندان
بنی وہ اک زلیخا سی کہن سال
ہوا بس قند و شیرہ اوسکو یکسان
تو بس بیتاب ہو کر اوسنی لی آہ
کہ لازم ہی شکر خوری کو شکر
لب شیرین کا آب زندگانی
تب اوس … مسرت کی آئی …

وہ خوشبو تہی جو زلفونکی معنبر
مشام جان ہوا اوس سے معطر

سر اپنا دیکہہ زانوی صنم پر
چہرکائی پاؤن پر آنکہونکی ساغر

تڑپتا تہا جو دونونکا پڑا دل
ہم آغوشی ہوئی آخر کو حاصل

بہار آگین جو تہی وہ بزم رنگین
بنا گلزار رخ کا اوسکی گلچین

کبہی تہا لب لب شکر شکن پر
کبہی تہا دانت اوسکی سیب ذقن پر

ثمر پستان کی تازہ بار لائی
بہت مشکل سی باری ہاتہہ آئی

جو شہ نی سیم متاع حسن پایا
تو بی وسواس ہاتہہ آگی بڑہایا

کیا جب اسپ خوش ہش گرم جولان
تو پائی جادہ سیمین تہ ران

وہان ہاتہہ آیا خوبی کا خزینہ
صدف کیطرح دربند اوسکا سینہ

کسیکا ہاتہہ کسدن وہان لگا تہا
گہر کی واسطی درج طلا تہا

مقفل در یتیمین دیکہا بند توڑا
کلید فتح سی قفل اوسکا توڑا

رگائی توڑ جوڑا سی پہر وہ ابہجا
لب شیرین سی تہا اک شور برپا

بیان اوسدم کا کیا ہو خط دانی
قلم کو ہی حیا سی موشگافی

فرمی تہی اوسکہڑیکی کیا نرالی
تمامی کام دل باہم نکالی

صدف کو تہی جو اک تشنہ دہانی
ہوئی آب گہر سی پہر گرانی

کبہی باتونسی وہ محظوظ ہوتی
کبہی باہم گلی لگ کر وہ سوتی

سہ روز و شب وہین باعیش و آرام
بر آئی عاشق و معشوق کی کام

چہارم روز فارغ عیش کل سی
نہائی آگی دونو آب گل سی

ہوئی پہر بزم عشرت تا بہ ترتیب
نرالی سبکی تہی پوشاک و ترکیب

ہمیلا و سمن برگ و ہمایون
کہ جنکی رخ سے تہی گلگون قد تہی موزون

خواصین خاص تہین شیرین کی ہمدم
حسین اونسی زیادہ تہی بہت کم

پہنایا شہ نی اونکو خلعت زر
بہت کچہہ اونکو بخشا گنج و گوہر

نکیسا باربد شیرین و شبدیز
ہوئی سب ہمقرین شاہ پرویز

خیال خواب پیشینہ کر اوسدم
کیا شکر خداوند دو عالم

بلا شاپور کو سونپی ہمایون
ہوا گویا موافق اوس سے گردون

ہمیلادی نکیسا کو خوشی سی
سمن بر ہی وہین آئی باربد کی

وہ ارمن ملک شیرین نی بکسر
دیا شاپور کو باخلعت زر

ملی اوسکو جو ارمن کی حکومت
بنائی ہر طرح کی وہان عمارت

شہ خسرو بعیش و کامرانی
بسر کرنی لگا عہد جوانی

روان رہتا تہا ہر دم وہ ساغر
رہا کرتی تہی وہ دلدار یکبر

رعیت ہر طرح آباد و خرسند
کسی شی کا نکوئی آرزومند

مجازی عشق مین گذری جو مدت
تو آیا دل پہ پہر رنگ حقیقت

جو دیکہی آینہ مین اپنی صورت
بڑہی حیرت ہوئی تازہ کدورت

کہ دیکہی سبزہ خط پر سپیدی
وہ سمجہا اب ہی دور ناامیدی

جو تہی بالون پہ پیری کی نشانی
وبال اوسکو ہوئی عیش جوانی

لگا کہنی وہ کر کی آہ و نالی
کہ سچ ہی ہر کمالی را زوالی

بیاض غم سواد موی سر ہی
شب عشرت کی بیشک اب سحر ہی

پہر اول بکام جام چشم سے
اوٹہا کر ہاتہہ بیٹہا فرط غم سے

نہ جی لگتا امور سلطنت مین
خلل آیا نظام مملکت مین

خسرو کو شیرین کی نصیحت بکمال غمخواری و لطف

لگی کہنی وہ دلبر شہ سی اک روز
کہ ہون سرگرم جہانبانی مین شہ کی دلسوز

سمجہہ دلمین تو ای شاہ جوانبخت
رہی قائم ترا یہہ افسر و تخت

رہا اتبک ترا دور جوانی
رہی بس تجہکو عیش و کامرانی

کہان کہتی ہین ای شاہان دوران
میسر تجہکو ہی جو کچہہ کہ سامان

رہی منظور تجہکو سبکی بہبود
رہی خلق خدا بہی تجہسی خوشنود

ہوا برخاستہ دل گر کسیکا
تو بربادی رعیت کی ہی بیشک

مبادا ہو رعیت ظلم دیدہ
غضب ہوتی ہی آہ ستم رسیدہ

بہت دیکہا ہی اکثر ایسا سلطان
کیا اک آہ نی اک ملک ویران

مگر یہ ہی خلاف رسم شاہی
کہ جیتی جی ہو عالم کی تباہی

مناسب جلوہ بار عام مین ہی
کہ مشغولی ضرور اس کام مین ہی

تجہی لازم ہی داناؤنکی صحبت
جو اہل علم ہون اور اہل حکمت

رہی منظور تجہکو پاس خاطر
مٹی عالم کی تجہسی یاس خاطر

کری گردن کو شب سب کار شاہی
تو شب کو پہر رہی یاد الہی

کہا خسرو نی ای دلدار غمخوار
تو ہی میری نکوئی کی طلبگار

بزرگ امید کو شہ نی بلایا
بہت تعظیم سی اوسکو بٹھایا

کہا خدمت مین اوسنی سر جھکا کر
مرا ہی فخر کر پوچھا بلا کر

ظہور خلق ہی سب اسکی اندر
نہین معلوم کیا ہی اسکی باہر

خدا کی ہین عجب کچھہ کارخانی
بنایا جسنی ہی اسکو وہ جانی

کہا شہ نی کہ ہین جو لوگ اس جا
کہا سنی آئی اور جائینگی کس جا

نہین باہر کوئی اس رہگذر سی
کہان جائینگی اور آئی کدہر سی

کہا شہ نی گئی جو اس جہان سی
نہین کچھہ آگہی ونکی نشان سی

لگا کہنی وہ دانای خرد ور
کہ سن ای تاجدار پاک گوہر

زبانی کسکی ہوا احوال معلوم
نہ ہو موجود کوئی ہو گی معدوم

ہوئی دنیا مین جس سی نیک کردار
اوسیکو خلد مین ہی عیش سی کار

لگا پھر شاہ کہنی ای خرد ور
بھلا یہہ حال بھی مجھسی بیان کر

کہا اوسنی کہ ای سلطان جمجاہ
یہ جان پاک نور حق ہی باللہ

از انکا جستجو اب کچھہ نہین ہوش
یہانکی یاد بھی ہو گی فراموش

پسر اک بطن مریم سی تہا شہ کا
کہ شیرویہ تہا نام اوس کجکلہ کا

ترش رو چشم ازرق موی میگون
تلون طبع مثل چرخ وارژون

علاوہ اسکی تہا شیدای شیرین
اوسی مدت سی تہا سودای شیرین

کسیکو خوش نہ آتین اوسکی اوصاف
زبان پر جو کہ آئی وہ کہی صاف

لگا پھر یون وہ کہنی ای شہنشاہ
جہانکی نیک و بد سی تو ہی آگاہ

اگرچہ ہو پسر سی اپنی عاری
نہین اب جب پدر پر اوسکی خواری

ہوا ہی وہ زبس مست جوانی
سمجھی ہر دم ضعیف و ناتوانی

لگا کہنی کہ ای دانای دوران
عیان کر مجھپہ اب کچھہ راز پنہان

کہا پہلی تو ہی یہہ مجکو حیرت
کہ اس نیلی فلک کی کیا ہی صورت

کہا اوس مرد دانا نی کہ آگاہ
نپائی اسکی باہر کی کہین راہ

جو کچھہ اندر ہی اسکی سو عیان ہی
جو باہر اسکی ہی وہم و گمان ہی

کہا اوسنی کہ ہی یہہ سخت مشکل
یہ عقل و وہم سی ہی دور منزل

جو رہزن نفس کا کوئی مٹائی
پتا بیشک وہ اس منزل کا پائی

کسینی کچھہ کہی و نکی نہ حالت
کہ وہان ہی عیش یا رنج و ملالت

نہ زندہ اوس جہان مین جاسکا ہی
نہ مردہ وہانسی اس جا آسکا ہی

مگر ثابت کتاب دین سی ہی یہہ
یہی کچھہ حکمت آئین سی ہی یہہ

اور اس دنیا مین جنکی بد ہین افعال
اونہین کا ہوگا دوزخ مین برا حال

کہ جائینگی جو ہستی سی عدم کو
یہانکی یاد بھی آئیگی ہم کو

ازل مین تہی فلک جان انسان
یہان آکر ہوئی قالب مین پنہان

جو دیکھا شاہ نی روحی حقیقت
تو مائل دل ہوا سوی حقیقت

زبس متکبر و مغرور و عیار
بہت سرہنگ ہر دم مردم آزار

شبستان شہی اوس سی تہی پر دود
نہ راضی خلق اور نی شاہ خوشنود

بزرگ امید سی کہنی لگا شاہ
ہوا عاجز مین اس فرزند سی آہ

مری دلکو ہوا ہر آن کا خوف
مجھی بیشک ہی اپنی جانکا خوف

اگر ہی اوس سی غم شام نگہ کا
ولیکن ہی جگہ گوشہ وہ شہ کا

رہی گر شاہ اوسکا نیک اندیش
کریگا وہ نہ ہرگز شہ کو دلریش

مناسب شہ کو فکر عاقبت ہی
کہ اک گوشہ مین حاصل عافیت ہی

پلا ساقی مجھی اب آخری دور
زمانی کا مبدل ہو گیا طور

خسرو کی آشفتگی مین اوقات گذاری اور شیرویہ کی ستمگاری

ہوا فارغ دل شہ اس جہان سی
تو یاد آئی اوسی عمر رفتہ سی

لیا کھینچ اوسنی پیرامن ہوس کا
مٹایا دل سی کھٹکا ہر نفس کا

لگا رہنی نہ نخوت سی مخمور
کیا خسرو کو اپنی لیسی سی دور

اوس آشفتگی مین کا شب و روز
بجز اوس بت کی تہا کوئی نہ دلسوز

بہت شیرین کی دلداری کرتا
ہر اک صورت سی غمخواری کرتا

نہ اب دولت کی کچھہ بھی جھکو پروا
ملا سب ہی اگرچہ برہمن تہی

پرستشگاہ مین بیٹھا وہ جاکی
رہا آشفتگی مین اونکا لگاکی

جو بیٹھا بادشہ گوشہ مین جاکر
تو شیرویہ نی پایا تخت و افسر

[illegible] تہا شہ بعد اوسکی [illegible]
کیا بند اوسکو اک زنجیر زرین

صنم کو دیکھکر رہتا تہا دلشاد
رہا اوس قید مین غم سی بھی آزاد

کہ ہی یہہ چرخ کا پیشہ ستمگر
کبھی کو ہر [illegible] کبھی

ستمگر [illegible] کی ہر دم کرکی خدمت
مبدل رنج کرتی ہی مسرت

یہ کہتی مجھکو ہرگز غم نہیں ہی — شبستاں سے یہ زنداں کم نہیں ہی
تری صحبت سے میں بھی ہوں بحال — نہ فکر حشمت نہ خواہش مال
رہا سب کچھ میسر تجھکو ساماں — رہا دنیا میں اب تک شاہ شاداں
ہوا تھا بخت اپنی سلطنت پہ مغرور — نہیں کچھ اسکا غم دلبر ہی او دور
ازل سے ہی یہا لکھی کچھ رسم ایام — کہ گاہی کامران اور گاہ ناکام
کبھی ہی فرش خاکی اور کبھی تخت — کبھی گردش میں سیارہ ہی کبھی بخت
جو ہوتی سلطنت کو پایداری — تری کیوں ہاتھ آتی شہریاری
گئی گر مسند شاہی تو کیا غم — قناعت کی تجھی مسند ہی کیا کم
اسے صورت تسلی دے کی ہر دم — بسر کرتی مصیبت اپنی باہم

شیرویہ نے ظلم میں نام کیا کہ خسرو کا کام تمام کیا

ہوئی اک روز اک شب تیرہ تار — دکھایا پھر فلک نے طرفہ آزار
شہنشہ بندی زنجیر پر زر — جھکائے سر تہا زانوے صنم پر
بت سیمیں بدن یعنی کہ شیریں — ادب سے بیٹھکر دیتی تھی تسکیں
حکایات غریب بذلہ خوب — کلام نادر و شیریں و مرغوب
وہ دلبر کہتے کہتے شہ سے او سہم — گیا پھر شاہ خواب خوش میں بیغم
جو سویا شاہ سن تنہا تھا شیریں — تو شیریں کو بھی آیا خواب نوشیں
کمینگہ سے اک آیا دیو صورت — نہ تنہا دیو صورت دیو سیرت
لئے تیغ دو دم اور چشم خونریز — برنگ تیغ گرم خون پرویز
سرہانے شہ کے آیا جفا کیش — کیا اک زخم سے شہ کا جگر ریش
زمیں کی خون شہ سے اوسنے رنگیں — گریزاں ہو گیا پھر وہ بد آئیں
ہوا جب بیدار وہ شاہ بیتاب — اوڑا تقاضا صفت حلق پر جو آب
جو پایا آپکو پہلو دریدہ — رگا کھینی وہ ہو کر غم رسیدہ
اگرچہ دہر پابند اجل ہے — مقرر روز پاداش عمل ہی
عوض میں اوسکی ہی مجھپر یہ بیداد — گئی میری سبب سے جان فرہاد
اگرچہ تشنگی نے بھی ستایا — خیال اوسکی یہ لیکن جی میں آیا
کہ یہ دلبر جو ہی مدت سے بیخواب — جگاؤں میں جو اوسکو واسطے آب
جو دیکھی تن پہ میرے زخم کاری — کرے کیا جانے کیا آہ و زاری
یہی بہتر نہ اوسکو آگہی ہو — کروں رخصت میں اب جان حزیں کو
غرض آخر ہوا یوں وہ وفادار — کیا نہ شیریں کو نہ بیدار
بہا جو سیل خون گرم اوسدم — ہوئی بیدار شیریں دیدہ پر نم
اوٹھی گھبرا کے وہ دلدار بیتاب — کہ دیکھا خود اوسنے تہا ہمگیں خواب
جو چادر دیکھی خسرو سے اوتاری — تو کشتہ پایا بس اوسکو بچاری
کہا اے سلطان ملک شکیبائی — گوارا تو نے کی میری جدائی
کیا کس نے یہ تجھپر ظلم و بیداد — پسند آئی یہ کسکو میری فریاد
ہوا کوئی اب مرا غارتگر ہوش — کہ ہو میں رنج میں تیرے ہم آغوش
نہیں طاقت کہ یہ صدمہ اوٹھاؤں — یہی بہتر ہی کہ تیرے ساتھ جاؤں
رہی کچھ دیر گرم آہ و زاری — دکھائی دل نے کیا کیا بیقراری
گلاب و مشک و عنبر کر مہیا — وہ خون آلودہ جسم شاہ دہویا
ہوئی فارغ جو شہ کی شست و شو سے — ہوئی پھر آشنا خود رنگ و بو سے
اوسی شیرویہ نے بھیجا پیغام — کہ دلکو شاد رکھ تو اے دلارام
تو رہ کچھ دن نہ غمگین چار و ناچار — سمجھ پھر مجھکو اپنا دوست غمخوار
بناؤں تجھکو اپنے سر کا افسر — شبستاں ہو ترے حسن سے منور
کروں خسرو سے بہتر دوستداری — کریں سب یار و خدمتگذاری
ہوا شیریں کو غم سنکر نہایت — نہ تھی تاب پہ لیکن کچھ شکایت
بہت کچھ بلکہ ظاہر آشتی کی — بڑہائی تا نہ کچھ وہ دست تعدی
پھر آخر جو کہ تھا اسباب خسرو — زر و گوہر متاع بے بہا کو
فقیروں کو بلا کر دی دیا سب — نثار جان شاہنشہ کیا سب

شیریں نے شاہ پر جانکو نثار کیا او وفا کا نام رکھ لیا

گئی شب صبح نکلی پھر جگر چاک — اوڑائی سر پہ اپنے مشت خاک
ہوئے سب جمع سرداران ذیشاں — کیا ماتم میں سب نے آہ و افغاں
منگا کر مہد او زریں عماری — او لکر سب نے رسم شہریاری
برسم خسروان پارسی مہد — کیا لاشہ میاں گو ہم مہد
جڑے اوسمیں سراسر تختہ زر — گئی ترتیب تکیہ لعل و گوہر
وہ شاہی کا بنی ہی سپہ — پہاں زینت سے لیکر نعش خسرو

پیادہ سب ہی پہر سر از پریشان / بگبر وہ مہد تہی نالان و گریان
یہ کہتی تہی کہ ای شاہ عجم آہ / کہان ہی اب ترا تاج و علم آہ
کہوئی کہتا کہ ای فخر سلاطین / سر افراز سران چین تا چین
کہان تیرا وہ سب جاہ و حشم ہی / کہان بزم طرب اور جشن جم ہی
یہانتک باربد تہا غم رسیدہ / کہ انگشت اوسنی کی اپنی بریدہ
یہ روتا تہا کہ اب خسرو کہان ہی / بجز خسرو کی کون اب قدردان ہی
بزرگ امید کی حالت عجب تہی / نہ امید اوسکو تہی پہر زندگی کی
یہانتک محو بیتابی تہا شاپور / خیال عیش و دنیا سب کیا دور
کہلی سر تہی کنیزان و غلامان / ادہر اوس حلقی مین تہی شیرین حیران
دلی صورت عروسانہ بنائی / حنا ہاتہون مین وہ اپنی لگائی
قریب نعش خسرو اوسکی بہین / کہینچا سرمہ تہا اوسکی چشم پر نین
لباس مشک و عنبر اپنی تن پر / کئی آراستہ زیور بدن پر
بنائی کچہہ عجب مستانہ انداز / چلی جاتی تہی وہ دلبر بصد ناز
یہ حالت دیکہکر اک تہا حیران / بصد حیرت یہ تہی آپس مین گویان
کہ کیا رسم زمانہ ہی کہ شیرین / نہین کچہہ مرگ خسرو سی غمگین
ہوئی امید شیرویہ کی دلکو / کہ شیرین اب یقین ہی مہربان ہو
سوی مرقد غرض دم مین آکر / جنازہ رکہدیا گنبد مین لاکر
مگر وہ حیف بصد اشتباہ وہ تہی / سنو احوال شیرین کا ذرا اب
لگی کہنی اجازت گرچہ پاؤن / قدم شہ کی مین آنکہون سی لگاؤن
کہ اب لکہی سی میری عشق ہی / کہ اس بیداد گر پر تو بس ہی
کہا سب نی سخن ہی یہہ ضروری / کہ آخر کو ہوئی ہی تجہسی دوری
ہوئی گنبد مین داخل وہ جلو ریز / لئی پوشیدہ تہی اک دشنہ تیز
کشادہ کر کی اوسنی مہد خسرو / جو دیکہا اوسکی بس زخم جگر کو
جہٹ پٹ لیا اک بوسہ وہ سیدم / کیا آب دہن کو اوسکا مرہم
جہٹ شاہ کی تن پر تہا جسجا / وہین اپنی بہی پہر دشنہ مارا
ہوئی سینہ بسینہ پہر ہم آغوش / رخ شہ پر تہا رخ اور دوش بر دوش
ہوئی اس طور وہ اصل شہ سی دلبر / ہوئی قربت عدم مین ہی میسر
چلی پہر ہانپہ باد تند یکبار / ہوئی ہر سمت ہای ہوئی اشجار
پہر آیا ابر باران سیہ پوش / نمایان جس سی تہا طوفان کا جوش
خبر پائی یہ سرداروں نی جسدم / لگی کرنی برابر ملکی ماتم
پکاری سب کہ شیرین کو ہی تحسین / کہ کیا خوبی سی دی ہی جان شیرین
جو دانا دو عروس نیک کردار / بہم آپس مین جو ایسی وفادار
خدایا رحم کر تو اونکی جان پر / رہی نام اونکا اس لوح جہان پر
اوٹہا کر مہد اون دونو کو باہم / کیا دفن ایک بیت مین بصد غم
خبر ہی تربت اونکی لعل و گوہر / مرصع کر دیا گنبد کو یکسر
پہری پاس سب وہ سردار غمناک / یقین سمجہی کہ یکسر ہی جہان خاک
نہین لازم ہی اس سی دل لگانا / کہ حاصل اسکا بس ہی جان جانا
اگر ہو مرد دانا یا کہ زن ہو / عبث وہ زندگی کا پیرہن ہو
صدا آتی ہی یہہ پیک اجل کی / نہ رکہو آج تم امید کل کی
یہ بہتر ہی کرون ختم بیان مین / سمند کلک کی روکون عنان مین

خاتمہ کتاب اور شکر رب عالیجناب

کہ پہر یاد دلدار اتنا ہی بس ہی / زیادہ یاوہ گوئی اک ہوس ہی
نہ کیون گو بند سر داب ہو دلشاد / کہ ہی پیر حقیر دہی پرشاد
بڑی بہائی تہی یہ بہار آم صفی / ہی اوس خود سی تعلیم میری
بجا لاتا ہون شکر رب غفار / کہ سہل اوسنی کیا یہہ کار دشوار
بجز تائید و فضل کبریائی / کسی تہی طاقت عقدہ کشائی
کہان طاقت تہی مجہہ خستہ زبان کو / کیا جو نظم ایسی داستان کو
نصیب اپنی تہی کچہہ فیض استاد / سخن ایسا کہا دل جس سی ہو شاد
ہوا مقصد کا خوبی سی سرانجام / بر آئی آرزو حاصل ہوا کام
فضا اپنا تخلص جو کیا ہی / اسی سی نام گلزار فضا ہی
شمار اشعار کا ہی گر لیا بس / ہوئی ہین کل دو ہزار اور سات سو بیس
ہوا اپنی فضل سی حق اب ہی شامل / مری احباب کا مقصد ہو حاصل
جو دیکہی ہی فضا تجہکو دعا دی / خدا محنت کا تیری یہہ صلا دی

تمت

تاریخ ہجری و عیسوی از مصنف مثنوی

منشی نول کشور جہاں میں ہیں قدردان
اہل ہنر کو اونسے ملا فیض بیکران
ہر دم جناب حق سے یہی ہے مری یہ التجا
دائم رہیں وہ دولت و حشمت سے شادمان
لکھیں فضا نے ارنی جب یہ سال کی
اک شعر میں یہ دو تاریخ کہیں بیان
میں جان بنام خسرو شیرین چھپ چکا
۱۲۷۵ھ

تا شاد اونکی ہمت عالی سے ہو گیا
لطف و کرم سے اونکی ہوا ہوش شادمان
کیا مثنوی یہ چھاپی ہے عجب دلکشا
چھاپی گئی کتاب کہ جسکی ہی محو کہ جہان
آئینہ بیت میں ہیں یہ مصرع خوب تمام
پہلی میں ہجری ہی سر میں عیسوی عیان
شیرین شکر سی بیت ہی افزون یہ
۱۸۵۹ع

قطعہ تاریخ از نتائج افکار معجز آثار افضل دوران اکمل زمان مولانا محمد ہادی علی اشک سلمہ اللہ تعالی

فضا نی کہ کہتی ہین طبع رسا
یہ اردو زبان مین لکھی مثنوی
سن طبع کیواسطی اشک نی
وہی قصہ شیرین خسرو کا ہی
کہا خوب چھاپی گئی مثنوی
۱۲۷۵ھ
نظامی نی جسکی کہی مثنوی

قطعہ تاریخ از طبع لطیف شیخ اشرف علی اشرف شاگرد مرزا اصغر علیخان نسیم دہلوی

طبع چو گردید کلام فضا
اہل سخن را طرب تازہ داد
نمودہ طبع چون این مثنوی را
گرد رقم اشرف خستہ سال
مثنوی شاعر والا نہاد
۱۲۷۵ھ
مشقت بسی کشیدہ و اندازہ کردہ
مضامین کہن را تازہ کردہ
۱۲۷۵ھ

قطعہ تاریخ از شیخ امیر اللہ تسلیم شاگرد نسیم دہلوی

برنگ جلوہ مہر جہانتاب
سخن را بس بلند آوازہ کردہ
مسیحی سال شد تحریر تسلیم

قطعہ تاریخ از طبع جادو نگار لکہو جی مدہوش شاگرد منشی میٹہو لال زار

گفتا چو فضا جواب شیرین خسرو
گویا کرد انتخاب شیرین خسرو
سال از مدہوش با صنعت بنو
روشن شد از دو حساب شیرین خسرو
از ہجری عیسوی بیک مصرع سال
تاریخ ہیں کتاب شیرین خسرو
۱۲۷۵ھ

فضا اک شاعر شیرین بیان ہی
کہ عاشق اوسکا فرہاد زمان ہی
رموز حسن کا وہ نکتہ دان ہی
کیا وہ حال شیرین نظم اوسنی
رقم مدہوش نے کی صاف تاریخ
عجب دلچسپ شیرین داستان ہی
۱۲۷۵ھ

تاریخ از طبع سہیل پہار شیو پرشاد وہبی شاگرد آزاد

سخنور ہی فضا ہی کیا بیان شیرین
شیرین ہی سخن ہی یہ زبان شیرین
لکھا ہی فضا نی کیا فسانہ
ہر بیت ہی ویسکی چیت بر رو
وہبی کہو تم بہی کہ یہ ہجری تاریخ
ایضاً وہبی ہی عیسوی یہ تاریخ
کیا جان فزا ہی داستان شیرین
۱۲۷۵ھ
سچ خوب چھپی ہی نظم اردو

تاریخ از شاعر شیرین مقال کشوری لال شور تلمیذ منشی جواہر سنگھ جوہر

شاعر ہین فضا جو نظم پیرا
اقلیم سخن میں نکتہ آرا
کرتی ہین فضا جو وہ تخلص
نکلا ز فضا ہی نام رکھا
شیرین خسرو کی داستان کو
کیا خوب لکھا اونھون نی پیارا
اے شور کہو یہ اسکی تاریخ
شیرین ہی بیان مثنوی کا
۱۲۷۵ھ

تاریخ از شاعر خجستہ خصال پیاری لال آشفتہ تلمیذ فضا

لکھا فضا نی عجب یہہ قصہ کہ ہی وہ مطبوع جان شیرین
ہوتی ہی اوسکی صنعت مین قاصر ذہن کی اندر بیان شیرین
کمال جدت و راوت دلسی دیکھکر او رشاد ہو کر
کہی ہی تاریخ عزت نی یہہ زہی تجوبی بیان شیرین
۱۲۷۵ھ

بستعین

خاتمة الطبع

سبحان اللہ کیا رنگین کلام ہی + جسپر شیرین بیانی کا اختتام ہی + شیرین خسرو کا فسانہ دلاویز ہی + معشوق و عاشق کی داستان مہر انگیز ہی + نظم اردو نی اور ہی مزہ دکہایا + کہ علی العموم ہر ایک نے لطف اوٹھایا + شاعر غرا صاحب طبع رسا + منشی گوبند پرشاد فضا نے یہہ دلچسپ مثنوی کہی قصہ فارسی سے ہندی مین لکھا بہار طبیعت دکہائی گلزار فضا نام رکہا + جب شاہد معنی کی یہہ صورت آرایش ہوئی + منظور نظر حسن ظاہر و باطن کی نمایش ہوئی + کہ جمال جہان آرا سے آنکھون کو نور ہو + ہر حاضر و غائب دیکھکر مسرور ہو + اس لیئے مطبع منشی نول کشور مین کہ شہر لکھنو مقام اوسکا ہی + راجہ بختاور سنگہ کے مکان واقع رکابگنج مین یہہ نقشہ جما ہی + نقش و نگار طبع سے زینت پائی + آراستہ ہوکر ہر طرف شہرت پائی + غرض کمال رونق سے چہپی + مصنف نے اپنے قلم سے لکھکر تصحیح کی + اسمین تو کلام نہین کہ اہل سخن پسند فرمائین گے + ارباب ذوق مضامین شیرین سے حلاوت اوٹھائین گے + یقین کہ مطبوع خاص و عام ہو + مقبول خاطر انام ہو + واقعی حکایت ہر دل کو عزیز ہی + کہ دو گہڑی جی بہلانے کی چیز ہی + ہر چند اوسکے اوصاف کی انتہا نہین + مگر یہان تطویل زیبا نہین + ہنرمند خود دیکہہ لین گے ہمنے طول نہین دیا + دو چار فقرے لکھکر قصہ مختصر کیا فقط

صحتنامہ اغلاط

صفحہ	سطر	مصرعہ	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	مصرعہ	غلط	صحیح
٦	٣	٣	شادہ مسرو	شاد و مسرو	٣١	٢٢	٤	گئی	رکہی
٨	٩	٤	حورہ	خورہ	٣٩	٢١	١	عیب ہین	عیب بین
١٢	١١	١	باتوئسی ہوش	باتوئسی ہوش	٤٢	٩	٤	دام	دائم
٢٣	١	١	لب بہ رود	لب رود	٤٦	٢٢	٤	بی بیغم	بی غم
٢٧	١٢	١	پیاپی	پیاپی	٥١	١١	٤	یاد ہی	یاد ہی
٣٠	١٤	٤	پی پایان	بی پایان	٥٣	٢١	١	کہ پھرایاد	کہ پھر یاد